آئینہ انجمن

ربیع الاوّل 1445ھ، اکتوبر 2023ء

شمارہ نمبر: 56

رابطہ: 7 - 34993436 - 021

www.QuranAcademy.edu.pk

انجمن خدام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

اہم موضوعات

ڈاکٹر محمد الیاس
ہنوز اندر تلاش مصطفی است — صفحہ نمبر: 03

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظاتِ صدر مؤسسِ انجمن خدّام القرآن، کراچی — صفحہ نمبر: 06

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ
اقتباسِ نگران انجمن خدّام القرآن، کراچی — صفحہ نمبر: 07

ڈاکٹر مقبول احمد مکی
دعوت و تبلیغ اور رسول اللہ کے جانشین — صفحہ نمبر: 10

راحیل گوہر صدیقی
شانِ نبوت و رسالت — صفحہ نمبر: 14

مولانا محمد آصف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ تنبیہ (دوسری۔۔۔قسط) — صفحہ نمبر: 18

محمد ایاز ایوب
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ ضروری کیوں؟ — صفحہ نمبر: 22

بنت سلیم
شاید ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کے لیے تیار ہیں — صفحہ نمبر: 29

ماہانہ رپورٹ
انجمن خدّام القرآن سندھ کے تحت جاری سرگرمیاں — صفحہ نمبر: 32

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ
B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

فرمان الٰہی جلّ جلالہٗ
و
فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ.(الاحزاب: 06)

ترجمہ : بلاشبہ نبی تو اہلِ ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدّم ہے، اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

تشریح : یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مسلمانوں سے اور مسلمانوں کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو تعلق ہے وہ تو تمام دوسرے انسانی تعلقات سے ایک بالاتر نوعیت رکھتا ہے۔ کوئی رشتہ اُس رشتے سے اور کوئی تعلق اُس تعلق سے جو نبی اور اہلِ ایمان کے درمیان ہے، ذرہ برابر بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسلمانوں کے لیے ان کے ماں باپ سے بھی بڑھ کر شفیق و رحیم اور ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر خیر خواہ ہیں۔ اُن کے ماں باپ اور ان کے بیوی بچے ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کے ساتھ خود غرضی برت سکتے ہیں، ان کو گمراہ کر سکتے ہیں، ان سے غلطیوں کا ارتکاب کرا سکتے ہیں، ان کو جہنم میں دھکیل سکتے ہیں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے حق میں صرف وہی بات کرنے والے ہیں جس میں اُن کی حقیقی فلاح ہو۔ وہ خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار سکتے ہیں، حماقتیں کر کے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر سکتے ہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے لیے وہی کچھ تجویز کریں گے جو فی الواقع ان کے حق میں نافع ہو۔ اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپ کو اپنے ماں باپ اور اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھیں، دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت رکھیں، اپنی رائے پر آپ کی رائے کو اور اپنے فیصلے پر آپ کے فیصلے کو مقدم رکھیں، اور آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔

(تفسیر تفہیم القرآن۔۔ ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عَنْ مُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم يَقُولُ: «وَاللهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟». (صحيح مسلم)

ترجمہ : روایت ہے مستورد بن شداد سے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا، آپ فرماتے تھے کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکال لے، اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے۔

تشریح : مطلب یہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں اتنی ہی بے حقیقت اور بے حیثیت ہے جتنا کہ دریا کے مقابلہ میں انگلی پر لگا ہوا پانی۔ اور دراصل یہ مثال بھی صرف سمجھانے کے لیے دی گئی ہے، ورنہ فی الحقیقت دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں یہ نسبت بھی نہیں ہے۔ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب محدود اور متناہی ہے، اور آخرت لامحدود اور لامتناہی ہے، اور ریاضی کا مسلم مسئلہ ہے کہ محدود و متناہی اور لامحدود و لامتناہی کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہوتی، جب حقیقت یہ ہے، تو وہ شخص بڑا ہی محروم اور بہت ہی گھاٹے میں رہنے والا ہے جو دنیا کو حاصل کرنے کے لیے خوب جد وجہد کرتا ہے مگر آخرت کی تیاری کی طرف سے بے فکر اور بے پروا ہے۔

(معارف الحدیث۔۔ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ)

ہنوز اندر تلاش مصطفٰے است

ڈاکٹر محمد الیاس

مدیر تعلیم، انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کے بعد چھ صدیاں گزر چکی تھیں ساری دنیا پیغمبروں کی معرفت حاصل کی ہوئی صداقتِ حق کو فراموش کر چکی تھی۔ معمورہ عالم پر کفر و شرک کا گھٹا ٹوپ اَندھیارا چھایا ہوا تھا۔ ظلم اپنی انتہا پر تھا، شیطانیت دندنا رہی تھی اور انسانیت سسک رہی تھی۔ انسان خدا پرستی کے بجائے مظاہر پرستی میں بتلا تھا۔ حیوانات، جمادات یہاں تک کہ خود تراشے ہوئے پتھروں کی پرستش ہو رہی تھی۔ کوئی انسان کو خدا (اوتار) کہتا، تو کوئی کسی کو خدا کا بیٹا یا بیٹی قرار دیتا، کوئی مادہ پرستی میں بتلا تھا، تو کوئی خدا ہی کا انکار کر رہا تھا۔ سورج، چاند، ستاروں، حیوانات، شجر و حجر، اور مادہ جیسے مظاہر کائنات کو تو لائق پرستش سمجھا جا رہا تھا اور انکار تھا تو صرف ذات واحد، رب کائنات، خالق کون و مکاں کا تھا کہ اگر اسے مانا بھی جاتا تھا تو اس کے ساتھ مخلوقات کو شریک کیا جاتا اور کہا جاتا کہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ (سورة الزمر: 03)

ہم ان کو نہیں پوجتے مگر اس لیے تاکہ وہ خدا کی جانب ہماری قربت کا ذریعہ بن جائیں۔

یہی وہ دور ہے جب رحمت خداوندی جوش میں آئی اور آفتاب نبوت و ہدایت کو طلوع فرمایا جس نے چہار جانب چھائے ہوئے جہالت، کفر و شرک اور رسم و رواج کے اندھیاروں کو مٹا کر عالم رنگ و بو کو علم و ایمان و یقین کی روشنی سے منور کر دیا۔ وہ صبح بڑی سعادت افروز تھی جس نے کائنات کے صدیوں سے منتظر ذرہ ذرہ کو آفتاب نبوت، رشد و ہدایت کے طلوع کا مژدہ جانفزا سنایا۔ آپ ﷺ خَلیلُ الله، سیِّدُ ولَدِ آدمَ في الدُّنیا والآخرةِ، سَیِّدُ الْمُرْسَلِین، رَسولُ الرَّحْمَةِ، رَحْمَةُ الْعالَمِین و رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِین، خَيْرُ الْبَرِيَّةِ، خَيْرُ الْبَشَر، اِمَامُ الْمُتَّقِين، شَفیعُ المُذْنِبِین، خَاتَمُ النَّبِيّين، صَاحِبُ المَقَامِ الْمَحْمُود ہیں۔ انسانیت کو صراط مستقیم دکھانے والے اور شَفِيعُ مَنْ فِ الدَّارَيْن ہیں۔

آپ کی آمد پر کائنات کا ذرہ ذرہ زبان حال سے نغمے گا رہا تھا کہ وقت آ پہنچا کہ اب عالم ہست و بود کی شقاوت دور ہو اور سعادتِ مجسم سے عالم معمور ہو، ظلمت شرک و کفر کا خاتمہ ہو اور نور ہدایت روشن و تابناک ہو، مظاہر پرستی باطل ٹھہرے اور خدائے واحد و ذوالجلال کی توحید مقصد حیات قرار پائے۔

آپ ﷺ نے کفر و شرک اور جاہلیت کے اس ماحول میں لوگوں کو قرآن سنایا، انہیں قرآن پڑھایا، قرآن سکھایا اور قرآن پر عمل پیرا کروایا، اور ان کے سینوں کو ایمان کے نور سے منور کیا اور انہیں سنوار کر کندن بنا دیا۔ پھر ان سعید روح صحابہ کرام کو معاشرہ کے سرکشوں اور ظالموں سے بھڑا دیا۔ اٹھائیس غزوات اور چوّن سرایا کے بعد دین غالب ہو گیا اور فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اللہ کے گھر کو 360 بتوں کی گندگی

سے پاک فرمایا اور اعلان فرمادیا کہ

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔(سورة بنی اسرائیل: 81)

حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو ہے ہی مٹنے والا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ سے گواہی لی کہ آپ ﷺ نے اپنا کام کر دیا ہے یعنی اللہ کا پیغام امت مسلمہ تک پہنچادیا اور لوگوں سے فرمایا کہ اب اس پیغام خداوندی کو وہ لوگ جو موجود ہیں ان لوگوں تک پہنچائیں جو موجود نہیں ہیں۔ صحابہ نے دین کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے نظام خلافت قائم کیا۔ صحابہ نے اپنی زندگیاں تج کر اللہ کے پیغام کو دنیائے رنگ و بو کے کونے کونے تک پہنچادیا۔

انسان اس جہان رنگ و بو میں جن پریشانیوں اور مصائب سے دوچار ہے ان سب سے نجات کی راہ سنت رسول ﷺ ہے۔ آپ ﷺ کی سنتیں زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ ہیں خواہ دائیں اور بائیں ہاتھ کا الگ الگ استعمال ہو، یا اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے کی سنتیں ہوں، یا کھانے پینے کا معمول ہو، غرض ہر کام اور زندگی کا ہر گوشہ آپ ﷺ کی سنت پر عمل کر کے خیر اور بھلائی کا سامان بن جاتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے ایک مثال ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے ڈائبیٹالوجسٹس Diabetologists ایک عرصہ تک پریشان رہے کہ ذیابیطس میں بلڈ شوگر بہت بڑھ جاتی ہے اور جب اسے کنٹرول کرنے کے لیے انسولن دی جاتی ہے تو شوگر تو کنٹرول ہوجاتی ہے لیکن خون میں انسولن بڑھ جاتی ہے جو cardiovascular diseases، موٹاپے اور دیگر عوارض کا باعث ہوجاتی ہے۔ اس کا کیا حل ہو سمجھ سے ورے تھا۔ ایک طویل عرصہ اپنے تجربات اور مشاہدات کے بعد یہ اسپیشلسٹس اس نتیجہ پر پہنچے کہ خون میں شوگر اور انسولن دونوں کو بڑھنے سے روکنے کے لیے بہترین طریقہ ہفتہ میں دو دن فاقہ کرنا ہے۔ کاش کہ وہ جانتے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ ہے کہ آپ ﷺ ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس جہان رنگ و بو میں جہاں بھی نظر دوڑائیں جو خیر اور بھلائی جو رافت و رحمت نظر آتی ہے اس جہان رنگ و بو کی خاک سے جو بھی آرزو ہویدا ہوتی ہے یا تو نور مصطفی ﷺ سے لی گئی ہے یا ہر خیر کی آرزو ابھی تک مصطفی ﷺ کی تلاش میں ہے۔

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو

آں کہ از خاکش بروید آرزو

یا ز نورِ مصطفٰی اُو را بہاست

یا ہنوز اندر تلاش مصطفٰی است

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہی مالک ہے جہاں بھر کا وہی قسمت بناتا ہے / نصیبوں میں لکھے جس کے اسے در پر بلاتا ہے
وفا لکھ دے جفا لکھ دے جزا لکھ دے سزا لکھ دے / چاہے جہاں جسے خدا ہی آزماتا ہے
یہاں تقسیم ساری ہی اسی مالک کی ہے / کہ پتھر میں بھی کیڑے کو وہی رزق کھلاتا ہے
یہ مالک کا کرم ہے سارا مالک کی عطا ہے سب / خدا ہی بناتا ہے خدا ہی سب چلاتا ہے
قیادت بھی اسی کی ہے عبادت بھی اسی کی ہے / وہی رہبر بناتا ہے وہی سجدے کراتا ہے
خدا کی جب رِضا ہو تب عطا ممکن، شفا ممکن / کسی کی بنتی ہے تب جب خدا قدرت دکھاتا ہے

ایم اکرام الحق

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلطانِ ہر دو عالم، جانِ بہار آئے / اَفلاک و لامکاں کے نبی شہ سوار آئے
اعلان کر کے اُن کا سبھی انبیا گئےَ جب / نبیوں کی سلطنت کے نبی شہر یار آئے
رُخ پر شفاعتوں کا سہرا سجا کے آقا / سبھی عاصیوں کے دِل کا بن کر قرار آئے
راہیں رہے سجاتے، جن کی رسول سارے / وہی تاجدارِ عالم عالی وقار آئے
جب چاند آمنہ کی آغوش میں تھا آیا / قدموں پہ اُن کے قدسی ہونے نثار آئے
انوار سے تھا جن کے عرشِ عظیم روشن / صائم زمیں کو کرنے وہی تاب دار آئے

علامہ صائم چشتی

ملفوظاتِ صدرِ مؤسس انجمن خدام القرآن، کراچی

فرائض دینی کا درست فہم

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

سفرِ زندگی کی سمت درست کرنے کے لیے فرائضِ دین کا درست فہم اور ادراک بھی ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ دین صرف نمازیں پڑھنے اور رمضان کے روزے رکھنے ہی کا نام نہیں، بلکہ ایک بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے وہ اپنی معاشرت اور معیشت کو بھی "مسلمان" کرے۔ پھر یہ کہ جو ہدایت اسے نصیب ہوئی ہے اسے دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام کرے اور کسی جماعت میں شامل ہوکر دین کے سب سے اہم فرض کی ادائیگی یعنی باطل نظام کے خاتمے اور اللہ تعالیٰ کی حکومت کے قیام کی جدوجہد میں سرگرمِ عمل ہوجائے۔ اس کے لیے انقلابِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج کو سمجھنا اور اس منہج کی پیروی کرنا بہت ضروری ہے۔ آج ہماری جدوجہد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محنت اور کوشش کی سی کیفیت تو پیدا نہیں ہوسکتی کہ "وہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!" لیکن ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج پر چلنے کی کوشش تو کرنی چاہیے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ درجے میں سہی آپ کی تحریک کے ساتھ اپنی جدوجہد کی کچھ نہ کچھ مماثلت اور مشابہت تو پیدا کرنی چاہیے۔ چنانچہ ایک ایک گھر اور ایک ایک فرد تک دعوت پہنچانے کا اہتمام، دعوت پر لبیک کہنے والوں کی تنظیم و تربیت کا انتظام، صبر و مصابرت کی حکمتِ عملی جیسے ضروری مراحل ہمیں اسی طریقے سے طے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس طریقے سے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مراحل طے فرمائے تھے۔

(بحوالہ: سورۃ التحریم، ماہنامہ میثاق اکتوبر 2022ء)

ختم نبوت کا اصل فہم

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

قانونی اعتبار سے مسلمان وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہا نے ایمان کی قانونی تعریف یوں بیان کی ہے کہ ہر وہ بات جس کی خبر رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائی اس کی تصدیق کرنا قانونی ایمان کہلاتا ہے۔ اب صاحبِ ایمان صرف وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہر خبر کی تصدیق کرے اور اس طرح اس کا ایمان معتبر ہوگا۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو مجھے ماننے بغیر ان کے لیے کوئی چارا نہ تھا۔" حدیث سے یہ بات واضح ہے اور قرآن میں بھی اس کے اشارے موجود ہیں کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تکنیکی اعتبار سے کہا جائے گا کہ اب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی کی حیثیت کے حامل ہوں گے، البتہ اُن کے نزول کی وجوہات اور حکمتیں اور بھی ہیں حد تو یہ ہے وہ مسلمان امام کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

ختمِ نبوت کا معاملہ تیکنیکی اعتبار سے بہت حساس ہے۔ امام ابو حنیفہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ بالفرض کوئی تمہارے پاس نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور تم اس سے پوچھو کہ تمہارے پاس اس دعوے کی دلیل کیا ہے؟ تو تمہارا ایمان حبط ہوجائے گا۔ اس سے دلیل طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کوئی دلیل پیش کرے گا تو تم اسے مان لوگے، اور اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ تمہارا خاتم الانبیا ﷺ پر ایمان نہیں۔

تاجِ رسالتؐ کے انمول نگینے

اُمُّ المؤمنین سیدہ زینبؓ بنتِ خزیمہؓ

محمد ارشد
(استاذ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظہور نبوت سے ۱۳ سال قبل ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب اکیسویں پشت میں جاکر معد بن عدنان سے مل جاتا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ایک بڑا قبیلہ بنو عامر تھا اس کی ایک شاخ بنو ہلال تھی، بنو ہلال یمن میں آباد ہوئے۔ یمنی خوشحال لیکن اللہ کے نافرمان تھے۔ شرک کے علاوہ بھی کئی قسم کے گناہوں میں ملوث تھے لہذا اللہ نے عذاب کے طور پر کئی باران پر سیلاب کا عذاب بھیجا۔ بار بار کی تنبیہ کے باوجود جب یہ قوم تائب نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا سیلاب بھیجا جس نے ان کے بند کو بھی توڑ ڈالا، اور کھیتیاں اجاڑ ڈالیں اور ان کی کاشت جھاؤ اور بیری جیسی جھاڑیوں کے سوا کچھ نہ رہی (قرآن حکیم میں سورہ سبا میں ان پر عذاب کا ذکر آیا ہے) سیلاب کے عذاب سے جب ان کی بستیاں کھنڈرات میں تبدیل ہوگئیں تو ان لوگوں نے وہاں سے نقل مکانی کی۔ انہی لوگوں میں سیدہ زینب بنت خزیمہ کا قبیلہ بنو ہلال بھی تھا جو یمن سے حجاز آکر آباد ہوئے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے والد خزیمہ کا شمار عرب کے مالدار لوگوں میں ہوتا تھا، اسی لیے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بچپن بڑے ناز و نعم میں گزرا، اس کے باوجود آپ کچھ خصوصی اوصاف سے متصف تھیں جن میں غریب پروری، مساکین کو کھانا کھلانا اور ان کی معاشی مشکلات کو دور کرنا ایسے اوصاف تھے جن کی بنا پر آپ کو ام المساکین کہا جاتا تھا۔ غریبوں کی حاجت روائی اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ایسے اوصاف جمیلہ ہیں کہ قرآن نے سورۃ الدھر میں ایسے لوگوں کی خاص مدح بیان کی ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ان لوگوں میں شامل ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظہور نبوت کے کچھ ہی عرصے بعد ایمان لے آئے۔ آپ کا پہلا نکاح طفیل بن الحارث سے ہوا لیکن اللہ کی مشیت سے یہ نکاح زیادہ عرصے نہ چل سکا اور طفیل نے آپ کو طلاق دے دی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح طفیل کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ مکہ میں جب مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو ان شدائد و مصائب کا اثر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر پر بھی ہوا چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی تو ہجرت کرنے والوں میں یہ مبارک جوڑا بھی شامل تھا۔ کچھ دن بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کا بھائی قرار دیا۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ طیبہ میں بھی مساکین و غربا کی دستگیری کے حوالے سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا معمول جاری رہا۔ رمضان ۲ ہجری میں بدر کا معرکہ پیش آیا جو کہ حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ تھا دونوں لشکر میدان بدر میں صف

آرا ہوئے مشرکین مکہ کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید مقابلے کے لیے نکلے۔ اللہ کے نبی کریم ﷺ نے اپنے تین جانبازوں سیدنا علی، سیدنا حمزہ اور سیدنا عبید رضی اللہ عنہم کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ سیدنا علی اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہما نے جلد ہی اپنے مدمقابل کو جہنم واصل کردیا۔ سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ولید کے درمیان کافی دیر مقابلہ ہوا اور دونوں ہی زخمی ہوئے، سیدنا علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما نے ولید کو بھی قتل کردیا۔ اس معرکہ میں سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ایک پاؤں زخمی ہوگیا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور جام شہادت نوش فرما گئے۔ بعض روایات کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا تیسرا نکاح بھی ہوا ہے جو کہ عبداللہ بن جحش سے ہوا جو کہ ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش کے بھائی تھے۔ وہ بھی جنگ احد میں شہید ہو گئے ان کی شہادت کے کچھ ہی دن بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک نا تمام بچے کی ولادت ہوئی جس سے آپ کی عدت ختم ہوگئی اور ذوالحج ۳ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب سے ۴۰۰ درہم حق مہر کے عوض نکاح فرمالیا اور یوں سیدہ زینب ام المؤمنین بنیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو معیت رسول ﷺ سے وافر زمانہ نصیب نہ ہوسکا نکاح کے کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مؤرخین نے ۲ ماہ سے ۸ ماہ تک کا عرصہ معیت کے حوالے سے لکھا ہے۔ لیکن معیت رسول ﷺ کا عرصہ بہت مختصر ہے اس پر اتفاق ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطابق ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ نے ۴ ہجری ماہ ربیع الثانی کو وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ خود اللہ کے نبی کریم ﷺ نے پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ امہات المؤمنین میں سے واحد امت کی ماں ہیں جن کی نماز جنازہ خود نبی کریم ﷺ نے پڑھائی ہے۔ گو کہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ کا انتقال بھی اللہ کے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران ہی ہوا تھا لیکن اس وقت تک جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

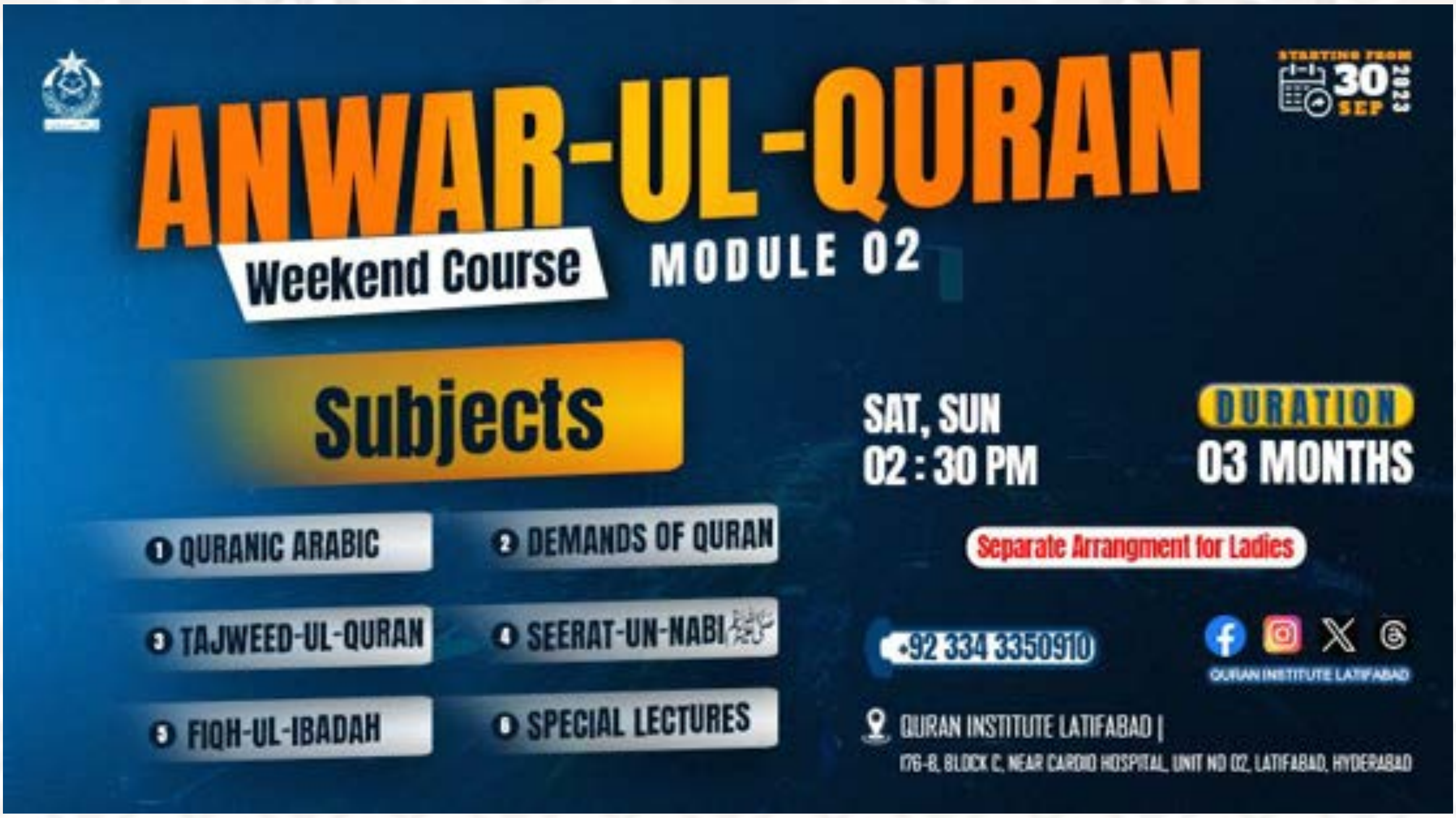

دعوت و تبلیغ اور رسول اللہ ﷺ کے جانشین

ڈاکٹر مقبول احمد مکی

استاذو مدیر، ماہنامہ اسوۂ حسنہ (جامعہ ابی بکر الاسلامیہ، کراچی)

دنیا میں ہر نظام اپنا ایک بنیادی فلسفہ اور تصور رکھتا ہے جس کی بنیاد پر وہ زندگی کی تمام تفصیلات طے کرتا ہے۔ اسی تصورِ حیات کی بنیاد پر وہ کچھ لوگوں کو اپنے سے قریب اور کچھ کو اپنے سے الگ قرار دیتا ہے۔ اسلام نے اپنے نظام کی بنیاد کے طور پر جغرافیائی وحدت، علاقائی قربت، نسلی عصبیت، لسانی یک جہتی یا ایسے ہی دوسرے تعصبات کو قبول نہیں کیا۔ اس نے صرف ایک چیز کو اپنے نظام کی بنیاد مانا اور اعلان کیا کہ یہ کائنات کی سب سے بڑی اور اولین حقیقت ہے، جس پر تمام انسانوں کو متحد کر کے بین الاقوامی نظام اور بین الانسانی نظریہ مرتب کیا جاسکے۔ چناں چہ صرف نظریہ اور عقیدہ ہی کی بنیاد پر انسانوں کو بلاامتیازِ رنگ و نسل متحد کیا جاسکتا ہے۔ اسی کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے خالقِ کائنات نے انبیا اور رسولوں کا سلسلہ شروع کیا، جس کی آخری کڑی یا رشد و ہدایت کی مضبوط عمارت کی آخری اینٹ خاتم الانبیا والمرسلین محمد عربی ﷺ کو بنایا گیا۔ سورۃ الجمعہ میں ارشادِ ربانی ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲﴾

"وہی (اللہ) تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (یعنی محمد ﷺ) کو پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے اُس کی آیات پڑھتے، اُن کا تزکیہ کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے یہ تو صریح گمراہی میں تھے۔"

حق سے بھٹکے ہوئے یا شعور آگہی سے محروم انسانوں کے کردار و عمل کی درستی کے لیے یہ چار صفات رسول مکرم ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ یوں بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سورۃ البقرہ میں دو مقامات پر اور سورۂ آلِ عمران میں بھی اس کا اعادہ کیا گیا ہے۔ انبیا کرام علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصد یہی رہا ہے کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط کیا جائے۔ اپنے قول و فعل سے دنیا اور آخرت کی حقیقتوں کو واضح اور مبرہن کیا جائے۔ چنانچہ رسول ﷺ کی اطاعت کے طور پر یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانوں کے ذہنی اشکالات اور فکری الجھنوں کو حکمت و موعظت کے ساتھ دور کریں۔ اور یہی دعوت و تبلیغ کی اصل غرض و غایت ہے۔ دعوت و تبلیغ امت مسلمہ کے لیے اتنا اہم فریضہ ہے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔(سورة حم السجدة: 33)

"اس شخص سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور وہ مسلمان ہونے کا دعویدار ہو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کے ساتھ عمل صالح کو خاص طور پر جوڑا ہے کیوں کہ اگر داعی اپنے عمل میں کمزور ہو یا بے عملی کا شکار

ہو تو بہت خلوص کے باوجود مدعو اس سے متاثر نہیں ہوگا اس لیے کہ داعی کا اپنا عمل ہی اس کی دعوت کو جھٹلا رہا ہو تو وہ دوسروں پر کیسے اثرانداز ہوگا۔ اسلام ایک عالم گیر اور آفاقی دین ہے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا بذریعہ خاتم النبیین سید المرسلین محمد عربی ﷺ، اپنی مخلوق کے نام ایک ابدی صلاح و فلاح پر مشتمل پیغام ہے۔ امتِ مسلمہ اُس آخری نبی کی آخری امت ہے جو اس مبارک پیغام الٰہی کی حامل ہے۔ اس امت کا یہ خاصّہ ہے کہ وہ دنیا میں ایک خاص اور مبارک پیغام و دعوت لے کر آئی ہے، لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلانا اور تمام اطراف عالم میں اس کی دعوت کو پھیلانا یہ امت کے افراد کی زندگی کا اہم ترین کام ہے۔

امتِ محمدیہ کا یہ مبارک فریضہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے نصوص اور نبی اکرم کی سیرت مطہرہ سے بالکل واضح اور ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (سورة آل عمران: 110)

"(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی نفع رسانی) کے لیے نکالی گئی ہے، تم اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔"

اس آیت کریمہ میں صاف اور کھلے لفظوں میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مسلم امت کا وجود ہی اس لیے ہوا کہ وہ اُممِ عالم کی نفع رسانی کا فریضہ سرانجام دے، خیر کی طرف بلائے اور معروف کی ترویج کرے اور منکرات سے روکے۔ اس سے بڑھ کر ایک دوسری آیت میں اللہ ربّ العزت نے اس کام کے لیے ایک مستقل جماعت ہونا لازمی قرار دیا۔ ارشاد ہوا:

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورة آل عمران: 104)

"اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیتی رہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتی رہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔"

امت مسلمہ فریضہ دعوت میں نبی کریم ﷺ کی جانشین اور نائب ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جہاں رسول اکرم ﷺ کا فریضہ منصبی بیان فرمایا ہے وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ کام رسول معظم ﷺ کا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت کو بتلادیں کہ یہ کام متبعین کا بھی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ (سورة يوسف: 108)

"(اے نبی ﷺ!) آپ فرمادیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، یہ میرا اور میری اتباع کرنے والوں کا بھی کام ہے۔"

دعوت الی اللہ کی بے شمار فضیلتیں نازل ہوئی ہیں، ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (سورة المائدة: 67)

"اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارے لوگوں کو) پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اُس (رب) کا پیغام پہنچایا ہی نہیں اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔"

رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: « مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ

شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا».(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 6804)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے (دوسروں کو) ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے اس راستے پر چلنے والوں کی مثل ثواب ہے جب کہ اُن کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ جس نے گناہ کی دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا گناہ ہے جتنا اس غلطی کا ارتکاب کرنے والوں پر ہے، جب کہ ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔"

داعی کو اپنے اسلوب و دعوت کو مؤثر بنانے کے لیے جہاں ہمت و حوصلہ، صبر و تحمل، قوت و برداشت، بردباری و جفاکشی، اخلاص و للہیت اور فکر و لگن کی بہت ضرورت ہوتی ہے، وہیں طریقہ کار اور اپنے اسلوب کو زود اثر بنانے کے لیے استقامت فی العمل، گہرے علم و مطالعہ اور اللہ والوں کی صحبت یافتہ ہونے کی اہم ضرورت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کے بڑے بڑے حکمرانوں ہرقل اور مقوقس وغیرہ کے پاس قاصد بھیجے اور انہیں ایمان و اسلام کی دعوت دی۔ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دعوت کا دروازہ کھلے اور عام لوگوں تک رسائی ہوجائے تاکہ ہر ایک کو دعوت دی جاسکے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی کو حاکم یا گورنر بنا کر بھیجتے تھے تو یہ تاکید فرماتے کہ "آپ کی رعایا مسلمان ہو یا ذمی ہر ایک کے سامنے آپ اسلام کا تعارف کرائیں اسلامی محاسن اور بشارتیں بیان کریں اور انہیں دینی امور سکھائیں۔"

اسی طرح رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل سے دعوت و تبلیغ کے اصولوں پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ اس بات کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں پھر وہ دین کی دعوت پیش کریں بلکہ بنفسِ نفیس آپ عام میلوں ٹھیلوں اور بازاروں میں پہنچ کر عوام الناس تک دعوت پیش کرتے۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف علاقوں کا سفر کرکے وہاں کے رئیسوں کے گھروں پر دستک دے کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے، جیسا کی سفرِ طائف میں جو دردناک حالات آپ کے ساتھ پیش آئے۔ حج کے موسم میں بھی آپ کا یہی کام ہوتا کہ آپ ایک ایک قبیلے کے ذمہ دار کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے تلخ و ترش جواب اور ان کی سرد مہری کی پروا نہ کرتے ہوئے پیغام حق پہنچا دیتے۔

اسلام ایک آفاقی دین ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام پہنچایا اپنے نمائندے بھیجے، وہیں مسلمانوں کے لیے بھی سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ اور سیدنا موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن اسی مقصد وحید کے لیے روانہ کیا۔ دعوت و تبلیغ کے اسی تسلسل، کشش اور روحانی طاقت کا ثمر ہے کہ جن سلجوقیوں، ترکوں اور تاتاریوں کو مسلمانوں کی عظیم سیاسی طاقت و قوت نہ روک سکی ان کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے دین کی دعوت نے بند باندھ دیے اور ان کے دلوں کو ایسا مسخر کیا کہ ان کے قلب و نظر کی دنیا ہی بدل گئی۔ ان کے فکر و عمل میں، ان کے معاملات و عبادات میں، ان کے رویے، ان کی نشست و برخواست کے ڈھنگ سب کی ماہیت قلبی ہوگئی۔ اسلام کے جن شعائر سے انہیں نفرت و بے زاری تھی وہ اتنے ہی انہیں عزیز تر ہوگئے۔ گویا "پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے"

داعی کی دعوت صرف کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی ہونی چاہیے۔ اللہ جل جلالہ تک لے جانے والا راستہ ہی اسلام ہے اور وہی صراطِ مستقیم اور اصل دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ لہٰذا اسی دین کی دعوت دینا واجب ہے۔ اس کے علاوہ تمام راستے گمراہی اور زیغ و ضلال کی طرف لے جانے والے ہیں۔ جو اُن راستوں کو گیا وہ تباہ برباد ہوگیا۔

اس حقیقت کی طرف قرآن و حدیث میں کثیر تعداد میں واضح دلائل موجود ہیں۔ جس کو سمجھنے کے لیے بصارت کے ساتھ بصیرت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے علمائے امت صدیوں سے اس حقیقت کو آشکار کرتے آئے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی دعوت کو قبول کرو، جب وہ تمہیں اس چیز کے لیے دعوت دیں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔“ (سورۃ الانفال: 24)

امام حاکم ؒ نے سیدنا ابن عباس ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ بلا شبہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ». (المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: 318)

”اے لوگو! یقیناً میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھام لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔“

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اس بات کو واضح فرما دیا کہ امت کی گمراہی سے محفوظ کرنے والی چیز کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے کسی پیرو کار سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ گمراہی سے بچانے والی چیز کو چھوڑ کر امت کو کسی اور چیز کی طرف دعوت دے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُم عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي» (مسند الدارمی، رقم الحدیث: 441)

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر موسیٰ (بھی) تمہارے لیے ظاہر ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کی پیروی کرو تو یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پا لیتے تو وہ ضرور میری اتباع کرتے۔“

غور فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کرنے والے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اتباع گمراہی ہے تو پھر کسی سچے مسلمان کے لیے یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی سنت کی بجائے کسی اور کے قول و فعل کی طرف بلائے یا خود اس پر عمل پیرا ہو۔ ملا علی قاری ؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ نَهْيٌ بَلِيغٌ عَنِ الْعُدُولِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ إِلَى غَيْرِهِمَا مِنْ كُتُبِ الْحُكَمَاءِ وَالْفَلَاسِفَةِ. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، رقم الحدیث: 194)

”کتاب و سنت سے اعراض کر کے حکماء و فلاسفہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے انتہائی قوی انداز میں منع کیا گیا ہے۔“

ختم نبوت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ اب وہ سارے کام جو اللہ کے رسول ﷺ کیا کرتے تھے، اس امت کے ذمے ہیں۔ دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت، اصلاحِ تزکیہ، شہادتِ حق، اعلاء کلمۃ اللہ، اقامت دین اور اظہارِ دینِ حق، یہ سب فرائض اب اُن لوگوں پر عائد ہوتے ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام لیوا ہیں۔ اور جو آپ ﷺ کے امتی ہونے کو باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔ درحقیقت انسان کی کردار سازی اور اس کی مومنانہ تعمیرِ شخصیت کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی ذات میں بہترین اُسوہ (نمونہ) ہے۔ صرف اسی کو اختیار کر کے انسان اللہ سبحانہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور شافع محشر ﷺ کی شفاعت سے بھی اپنے دامنِ عصیاں کو بھر سکتا ہے۔ ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

شان نبوت و رسالت

راحیل گوہر صدیقی

معاون شعبہ تصنیف و تالیف، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اسلام کی عمارت جن بنیادوں پر کھڑی ہے وہ تین ہیں، ایمان باللہ، ایمان بالآخرہ اور ایمان بالرسالت ۔ بظاہر یہ الگ الگ نظر آنے والے عقائد اپنے مفہوم کے اعتبار سے ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہیں۔ ایمان باللہ یہ یقین عطا کرتا ہے کہ یہ عالم کون و مکاں جس حد ناپیدا کنار نظر آتی ہے یہ ہمیشہ سے ہے اور نہ ہمیشہ رہنے والا ہے، البتہ اس کائنات کو وجود بخشنے والی ایک ذات ایسی ہے جس کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا! جسے اللہ یا ربّ کائنات کہتے ہیں۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ تمام صفات و کمال کا مالک ہے اور ہر اعتبار سے ایک و تنہا ہے۔ اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے اختیارات و حقوق میں کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”کہہ دو! اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے، اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کے جوڑ کو کوئی بھی نہیں۔“ (سورة الاخلاص)

ایمان بالآخرہ کا تصور انسان میں یہ یقین پیدا کرتا ہے کہ اس کی یہ زندگی فانی ہے اور اس کو اس دنیا میں کسی اعتبار سے بھی مداومت حاصل نہیں۔ یہ انسان کے سفرِ حیات کا انتہائی مختصر سا وقفہ ہے جو وہ آزمائشوں اور امتحانات کی حالت میں بسر کرتا ہے۔ اور اپنی طبعی عمر گزار کر وہیں واپس لوٹ جاتا ہے جہاں سے اسے اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (سورة البقرہ: 156)

”ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔

موت فنا ہو جانے یا مٹ جانے کا نام نہیں ہے بلکہ اُس عالم لافانی میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔ جس کی پہلی منزل عالمِ برزخ ہے جو عارضی اور موت کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے اور آخری و ابدی منزل ہے یوم آخرت (The Day of Judgement) جس کا آغاز ہو گا قیامت کے دن سے، بعث بعد الموت، حشر نشر، احتسابِ اعمال، جزا و سزا اور جنت و دوزخ سب اسی ایمان بالآخرہ کے برگ و بار ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

”خدا کی قسم تم سب پر موت طاری ہو کر رہے گی جیسے تم روزانہ رات کو سو جاتے ہو، پھر تمہیں لازماً اٹھایا جائے گا جیسے تم صبح بیدار ہوتے ہو پھر تم سے یقیناً حساب لیا جائے گا اس کا جو تم کر رہے ہو پھر بدلہ مل کر رہے گا بھلائی کا بھلا اور برائی کا برا اور وہ جنت ہے ہمیشہ کے لیے یا آگ ہے ہمیشہ کے لیے۔“

ایمان باللہ اور ایمان بالآخرہ باہم مل کر حیات انسانی کی ابتدا اور انتہا کی علم و آگہی کی صورت گری کرتے ہیں۔ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے

صحیح شعور و ادراک کے بغیر انسان اس مسافر کی مانند ہوتا ہے جسے اپنے سفر کا مقصد اور اپنی منزل کی کچھ خبر نہ ہو "گویا نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم" کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ اور انسان سفرِ حیات کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر تشکیک و ارتیاب کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کے پاس لاادریت (Agnosticism) اور ارتیابیت (Skepticism) کے سوا اس کے فکر و عمل میں کچھ نہیں رہتا۔ اور بعض اوقات وہ خود اپنے وجود کے بارے میں بھی وسوسے اور تذبذب (Vacillation) میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو سمیع و بصیر بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے، ازروئے قرآن حکیم:

"ہم نے انسان کو ایک ملے جلے نطفے سے پیدا کیا کہ اسے آزمائیں، پھر ایسا بنایا کہ وہ سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے، ہم نے اسے راستہ دکھا یا کہ وہ یا تو شکر گزار ہو یا ناشکرا بن جائے۔" (سورۃ الدھر: 03-02)

اور سورۃ الشمس کی آیت 08-07 میں ارشاد ہوا:

"اور (قسم) ہے انسانی جان کی اور اس کی جس نے اسے سنوارا، پھر اس کے دل میں ڈال دی جو اس کے لیے بدکاری کی ہے اور وہ بھی جو اس کے لیے پرہیزگاری کی ہے۔"

اب ان فطری صلاحیتوں اور استعداد (Faculties) کی بنا پر انسان مکلف بنا یا گیا کہ وہ اپنی زندگی کے معاملات اور طرزِ عمل کو اللہ کی خوشنودی میں گزارے۔ تاہم پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ایک اور فضل انسان پر فرمایا کہ اس کی رشد و ہدایت کے لیے انبیا و رسل کا سلسلہ جاری کر دیا جو ختم ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر۔ چنانچہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت پر یقین کامل حاصل ہونے کا دارومدار انبیا و رسل کی تعلیمات پر عمل کرنا اللہ کی طرف سے حجت پوری ہونا ہے۔ اب کوئی انسان اللہ کے حضور یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ مجھے سیدھے راستے اور تیری رِضا و بندگی کا علم نہیں تھا۔ یہ ہے وہ فطری آہنگ جو ان ایمانیات ثلاثہ کے مابین پایا جاتا ہے اور یہی نبوت و رسالت کی ضرورت اور اہمیت کو بھی واضح کرتا ہے۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے رفع آسمانی کے چھ سو برس بعد رسول کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت سنِ عیسوی کے حساب سے 571ء ہے، جب کہ آپ ﷺ پر وحی کا آغاز 610 عیسوی میں ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت صرف ختم ہی نہیں ہوئی بلکہ مکمل بھی ہوئی ہے۔ دراصل رسول کریم ﷺ کی فضیلت کی بنیاد محض ختم نبوت نہیں بلکہ تکمیل نبوت و رسالت ہے۔ ازروئے قرآن حکیم:

"آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا ہے، اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔" (سورۃ المائدہ: 03)

رسول کریم ﷺ کے اپنے اقوال اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ ﷺ خاتم النبیین والمرسلین ہیں؛ ارشاد فرمایا:

"بنی اسرائیل کی قیادت انبیا کیا کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشیں ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا بلکہ خلفا ہوں گے۔" (صحیح بخاری)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے۔ مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی جسے پُر کرنے کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (متفق علیہ)

رسول کریم ﷺ کے مقصد بعثت کی امتیازی شان قرآن حکیم میں تین مقامات پر بیان ہوئی ہے۔ اور ان تینوں آیات میں ایک شوشے کا بھی

فرق نہیں ہے۔

"وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ (قرآن) اور دینِ حق دے کر تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔"(سورۃ التوبہ: 33، سورۃ الفتح: 28، سورۃ الصف: 09)

رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قرآن میں کئی جگہ پر اظہار کیا گیا ہے:

"(مسلمانوں) محمد (ﷺ) تم مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں۔ اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔"(سورۃ الاحزاب: 40)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میری امت میں تیس کذاب (بڑے جھوٹے) پیدا ہوں گے، ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کی فضیلت ان الفاظ میں واضح ہوتی ہے:

1۔ مجھے جامع اور مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔ 2۔ مجھے رعب کے ذریعے سے نصرت بخشی گئی۔

3۔ میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیے گئے۔

4۔ میرے لیے پوری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔

(یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جا سکتی ہے۔) اور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمم کر کے وضو کی حاجت بھی پوری کی جا سکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی)

5۔مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنایا گیا۔ 6۔ اور میرے اوپر انبیا کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم، ترمذی، ابنِ ماجہ)

نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بدرجہ اولیٰ نہیں ہے۔ کیونکہ رسالت کا منصب خاص ہے اور نبوت کا منصب عام، ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ رسول کریم ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ خواہ وہ کیسے ہی خرقِ عادت، شعبدے، جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کر لے آئے۔ یہی حیثیت ہر اس شخص کی ہے جو قیامت تک اس منصب کا مدعی ہے۔

اس میں دو رائے نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کے علما آپ ﷺ سے صرف ولایت ہی میراث پائیں گے، نبوت میں میراث آپ کی ختمیت کے باعث ختم ہو چکی۔ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے ہیں اور جو نازل ہوں گے تو شریعت محمدی ﷺ کے پیروکی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ آپ ﷺ کے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے، آپ ﷺ کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ اُن کی طرف وحی آئے گی اور نہ وہ احکام دیں گے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "لا نبی بعدی" اور جو کوئی یہ کہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی ہے وہ کافر ہے۔ اور اسی طرح اس شخص کی بھی تکفیر کی جائے گی جو اس میں شک کرے کیوں کہ حجت نے حق کو باطل سے ممیز کر دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا: "مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامت پیش کروں۔" اس پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ "لا نبی بعدی"
(منا قب امام الاعظم ابی حنیفہ ج اول ص 161)

ختم نبوت امت مسلمہ کے لیے اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کی بدولت ہی اس امت کا ایک دائمی اور عالم گیر برادری بننا ممکن ہوا۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ہر ایسے بنیادی اختلاف سے محفوظ کردیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہوسکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا ہادی اور رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہوسکتا ہے۔ یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہیں ہوسکتی تھی اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوجاتا کیوں کہ ہر نبی کے آنے کے بعد یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

اسلامی تصورِ حیات میں توحید کے بعد سب سے بڑی اہمیت "عقیدہ ختم نبوت" کو حاصل ہے۔ بلکہ اگر غور سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی وہ اصل بنیاد ہے جس کی وجہ سے اسلام دوسرے الہامی مذاہب سے ممیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ پیغام کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ اس کی تکمیل ہوچکی ہے اور اس کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں۔ دنیا کے تمام صحائف جو گم ہوچکے ہیں اس کا گم ہوجانا ان کے وقتی اور عارضی ہونے کی ایک بین دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس روئے ارضی پر بسنے والے انسانوں کے لیے جس آخری نبی کے ذریعے مستند ہدایت نامہ اور ضابطہ قانون بھیجا تھا اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کرکے ایک مکمل نمونہ قائم کردینے پر مامور کیا گیا تھا وہ محمد ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ ارشادالٰہی ہے:

"اور (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے تمھیں سارے ہی انسانوں کے لیے ایک ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے، لیکن لوگ سمجھ نہیں رہے ہیں۔" (سورة سبا: 28)

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کی ذاتِ مقدس ہی وہ کامل نمونہ ہے جس کی پیروی تمہارے ایمان کی اولین شرط ہے۔ اور جس کی غیر مشروط اطاعت پر تمہاری دنیوی فلاح اور اخروی نجات کا انحصار ہے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت محض ایک مابعد الطبیعی تصور (Metaphysical Imagination) میں شامل نہیں بلکہ اسلامی تہذیب و تمدن کی تکمیل میں اس نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت و رسالت ہی نے مسلمانوں کو ایک الگ امت بنایا ہے، وحدتِ فکر اور اشتراکِ عمل بلاشبہ ایک قوم کے مختلف اجزا کو جوڑتے ہیں۔ ان کے ذریعے سے ہی قوم کو ایک زبردست قوتِ رابطہ و ضابطہ یسر آتی ہے جو اجسام کے تعدّد اور نفوس کے تکثّر کے باوجود لوگوں کو ایک جگہ جمع کرتی ہے۔

ختمِ نبوت سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے استحکام پر ضرب لگائی جائے۔ اس لیے کہ نبوت کے اجرا کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کی جمعیت ہمیشہ پراگندگی اور افتراق و انتشار کے خطرے میں بتلا رہے۔ اور ہر نئے نبی کے آنے پر کفر اور اسلام کی ایک نئی تفریق پیدا ہوجائے۔ اسلام نے دراصل نبوت کا دروازہ بند کرکے ملتِ اسلامیہ کو ایک وحدت اور پائیدار قوت عطا کی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ آخری پیغمبر ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسے عالم گیر پیغام سے نوازا جو ساری نوعِ بشر کے لیے مکمل اور جامع ہے کہ اب اس میں ترمیم و اضافہ کی ضرورت نہیں۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہ گئی جس کا انکشاف انسانیت کے لیے ضروری ہو اور نہ عمل صالح اور ہدایت کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہے جس کو آشکار کرنے کے لیے نوعِ انسانی کسی نبی کی محتاج ہو۔

کتابیات:

1۔ آسان ترجمہ قرآن....مفتی تقی عثمانی 2۔خطباتِ نبوی ﷺ بحوالہ:....نہج البلاغہ 3۔ قادیانیت ایک فتنہ....شاہد حمید 4۔ختمِ نبوت....سید ابو الاعلیٰ مودودی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز تنبیہ۔۔۔(دوسری قسط)

مولانا محمد آصف

اب ذرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و عمل کی یکسانیت یعنی نصیحت بالقول کے ساتھ نصیحت بالعمل کے کچھ درخشاں پہلو ذکر کرتے ہیں :

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مکارم اخلاق کی آئینہ دار :

یقینا تم اخلاق کے اعلی درجے پر ہو۔ (سورة القلم: 4)

حقیقت میں ہے قرآں :

حضرت سعد بن ہشام بن عامر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق تو بتائیے، فرمانے لگیں کہ ان کے اخلاق تو قرآن تھے۔ کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ یقیناً آپ بڑے عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ (مسند احمد)

یتیموں کا ماوی :

اب جو یتیم ہے، تم اس پر سختی مت کرنا۔ (سورة الضحى: 9)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کا کوئی خادم نہ تھا، تو ابو طلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آپ کی خدمت میں لے کر جا پہنچے اور عرض کیا کہ : اے اللہ کے رسول انس بہت سمجھ دار لڑکا ہے، تو یہ آپ کی خدمت سر انجام دیا کرے گا، چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے سفر و حضر میں ان کی خدمت کی، انہوں نے کسی بھی کام کے بارے میں جو مجھ سے سرزد ہوا ہوتا اتنا تک نہیں فرمایا کہ یہ آپ نے ایسا کیوں کیا، اور کام انجام نہیں دیا ہوتا اس کے بارے میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ ایسا کیوں نہیں کر لیا۔ (صحيح بخاری)

کوئی نہیں جو لوٹے ہاتھ خالی :

اور جو سوال کرنے والا ہو، اسے جھڑکنا نہیں۔ (سورة الضحى: 10)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں غزوہ حنین سے واپس لوٹتے ہوئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا، تو اور لوگ بھی تھے وہ چمٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوالات پوچھنے لگے، یہاں تک کہ انہیں ایک کیکر کے درخت تلے لے گئے، تو میں نے ان کی چادر اچک لی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا کہ : میری چادر مجھے واپس کر دو، اگر میرے پاس ان کیکر درختوں کے بقدر بھی اونٹ ہوتے تو میں انہیں ضرور تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا، پھر آپ لوگ مجھے نہ بخیل پاتے نہ ہی جھوٹا اور بزدل پاتے۔ (صحيح بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلی بکریاں مانگ لیں تو آپ نے اسے عطا کردیں، وہ آدمی دوڑتا ہوا اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا : "اے میری قوم ایمان لے آؤ؛ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا عطا فرماتے ہیں کہ انہیں فقر کا بالکل بھی اندیشہ نہیں ہوتا" انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : اگرچہ ایک آدمی کو ایمان لاتے وقت تو دنیا ہی عزیز ہوتی تھی، لیکن ایمان لے آنے کے بعد ایمان ہی دنیا وما فیہا سے اسے عزیز تر ہوتا تھا۔ (صحیح مسلم)

کہاں مدحت ممدوح یزداں :

اور جو تمہارے پروردگار کی نعمت ہے، اس کا تذکرہ کرتے رہنا۔ (سورة الضحى: 11)

دیکھیے کس انداز میں اپنے پروردگار کی نعمتوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ ہر ہر لفظ سے عبدیت ٹپک رہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا : سنیے میں اللہ تعالی کو بہت ہی محبوب ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ (یہ تو محض ان کی عطا ہے۔) اور میں ہی روز قیامت اللہ تعالی کی حمد و ثنا کا پرچم اٹھانے والا ہوں گا۔ اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ اور میں ہی سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور میری ہی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ اور میں ہی سب سے پہلا بندہ ہوں گا جو جنت کے دروازے پر جائے گا، تو اللہ تعالی میرے لیے دروازے کھول دیں گے اور اور مجھے جنت میں داخل فرما دیں گے، اور میرے ساتھ تنگ دست مومنین ہوں گے۔ اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں ہے۔ اور میں پہلے اور بعد کے سب لوگوں میں سب سے زیادہ نوازا گیا بندہ ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ (سنن الترمذی)

تواضع مجسم :

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ (سورة الفرقان: 63)

عاجزی اور متانت کے ساتھ تیز قدموں چلا کرتے تھے، جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں۔ (کنز العمال)

فتح مکہ والے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی طوی مقام پر پہنچے تو جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالی نے انہیں فتح کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے تو تواضع کی وجہ سے انہوں نے اپنا سر مبارک جھکا لیا، یہاں تک کہ ان کی داڑھی مبارک کے بال کجاوے کی لکڑی کو چھوتے جاتے تھے۔ (الرحیق المختوم)

پیکر حلم :

اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں، تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔ (سورة الفرقان: 63)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تند خوئی اور بے صبری سے پیش آنا ان کی بردباری میں ہی اضافے کا باعث ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس مجلس میں تشریف فرما ہوتے، باتیں ارشاد فرماتے رہتے، پھر جب وہ مجلس سے اٹھتے تو ہم کچھ دیر کے لیے کھڑے ہو جاتے، یہاں تک کہ ہم یہ دیکھ لیتے کہ اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو ایک دن انہوں نے ہم سے گفتگو فرمائی تو جب وہ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے، تو ہم نے ایک بدو کو دیکھا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آ لیا، اور اس نے انہیں ان کی چادر سے (اتنا زور سے) کھینچا کہ ان کی گردن سرخ کر دی، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کھردری تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہوئے تو اس بدو نے کہا کہ : میرے ان دو اونٹوں پر غلہ لاد دو، اور آپ یہ غلہ اپنے یا اپنے والد کے مال سے نہیں لاد رہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : نہیں، میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں، نہیں، میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں، نہیں، میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔ جو تم نے مجھے کھینچا ہے جب تک تم اس کا بدلہ نہیں دو گے میں تمہارے لیے یہ غلہ نہیں لادوں گا۔ تو بدو ان سے یہ کہتا رہا کہ : اللہ کی قسم میں اس کا

آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ : پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ : ان کے لیے ان کے ان دونوں اونٹوں پر غلہ لاد دیجیے، ایک پر جو اور دوسرے پر کھجور۔ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا : اللہ تعالی کا نام لے کر واپس لوٹ جائیے۔ (سنن ابوداؤد)

سخیوں کے سخی :

اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ ان کا طریقہ اس کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔ (سورۃ الفرقان: 67)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلی ہوئی بکریاں مانگی، تو آپ ﷺ نے اسے وہ عطا کردیں۔ تو وہ بندہ اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور کہا کہ : اے میری قوم ایمان لے آؤ کیوں کہ اللہ کی قسم محمد تو ایسے دیتے ہیں کہ انہیں فقر و فاقہ کا اندیشہ بھی نہیں رہتا۔ (صحیح مسلم)

جو خوشحالی اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لیے) مال خرچ کرتے ہیں، اور جو غصے کو پی جانے، اور لوگوں کو معاف کرنے کے عادی ہیں۔ اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ (سورۃ آل عمران: 134)

حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ : جب میں نے ہجرت کی تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ اسلام لانے سے پہلے کا قصہ ہے، تو انہوں نے میرے لیے ایک چھوٹی سی بکری کا دودھ دوہا جس کا دودھ عموماً اپنے اہل خانہ کے لیے دوہا کرتے تھے، تو میں نے وہ دودھ پی لیا اور جب صبح ہوئی تو میں مشرف باسلام ہو گیا، اور آپ ﷺ کنبہ والوں نے یہ کہا کہ : ہم یہ رات بھی ویسے بھوکے گزاریں گے جیسی گزشتہ رات گزاری ہے۔ (مسند احمد)

جذبہ ایثار:

اور ان (دوسروں) کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ (سورۃ الحشر: 09)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ : (حضرت) فاطمہ نے اپنے ہاتھ میں چکی کی جو مشقت پائی تھی اس کی نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی، پھر نبی اکرم ﷺ کے پاس قیدی لائے گئے تو وہ ان کے پاس مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں تو حضرت فاطمہ نے نبی اکرم ﷺ کو (گھر میں) نہیں پایا۔ تو اپنے آنے کا مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا۔ کچھ دیر بعد نبی اکرم ﷺ جب تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتا دیا۔ تو فوراً نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، جبکہ ہم اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے، تو ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا : اپنی جگہ ٹھہرے رہیے، پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے (اتنے قریب تھے) یہاں تک کہ میں نے ان کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر فرمایا : جو تم نے مانگا ہے کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں۔ جب تم لیٹ چکو تو تنتیس بار اللہ کی پاکی بیان کر لیا کرو (سبحان اللہ کہہ لیا کرو) اور تنتیس بار حمد بیان کر لیا کرو (الحمد للہ کہہ لیا کرو) اور چونتیس بار عظمت بیان کیا کرو (اللہ اکبر) تو یہ تمہارے لیے خادم سے کہیں بہتر ہے۔ (سنن ابوداؤد)

مسلمان اس وقت تک ترقی کی معراج پر رہے کہ جب تک سربراہان پرایوں کے سوال پر ان کو غلام اور اپنوں کے سوال پر انہیں تسبیحات دیتے رہے، اور جب معاملہ برعکس ہوا تو ترقی کی معراج سے گر کر تنزلی کی دلدل کو پہنچ رہے ہیں۔

حیرت نہ کر بدن کو مرے چور دیکھ کر
ان چوٹیوں کو دیکھ جہاں سے گرا تھا میں

حدیث پاک کے ذخیرے میں چند مقامات ایسے ہیں جہاں ظاہر بین نگاہ کچھ سخت لب لہجہ محسوس کرتی ہے ، تو اس عُقدے کو علمائے کرام نے یوں حل فرمایا ہے جسے آپ ذیل عبارت میں دیکھ سکتے ہیں :

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"یہ بات عقلی بھی ہے اور نقلی بھی کہ جتنا کسی کا اعزاز واحترام ہوتا ہے اتنا ہی اس کی طرف سے غفلت وسرکشی کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے" (معارف القرآن (للعثمانی) 7\129)

اس لیے مقرب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطا پر تنبیہ کا انداز اعراب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنبیہ کے اسلوب سے یکسر مختلف ہے ۔ ایک ضابطہ ہے کہ : "حَسَنَاتُ الأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ"

حضرت مولانا بدرعالم میر ٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"انبیا علیہم الصلاۃ والسلام دنیا میں خدا تعالی کی میزان ہوتے ہیں ، ان کے یہاں ایک ایک ذرہ عدل وانصاف کے ترازو میں برابر رہتا ہے ۔ معقول عذر نامعقول نہیں ہوتا ، اور کسی کا نقصان بھی گوارا نہیں ہوتا ، کسی کی مجبوری کو بالکل نظر انداز کردینا بھی پسند نہیں ہوتا ۔ "(ترجمان السنۃ 2\178) اور فطری جذبات کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے ۔

چنانچہ آئندہ صفحات میں ان ہی حکیمانہ اصولوں کی تصدیق پیش کی جائے گی ۔

جاری ہے ۔۔۔۔۔۔۔

حکمت ودانش

اصل مرض

دل کی بیماری اتنی مخفی ہوتی ہے کہ کبھی بیمار کو بھی اپنی بیماری کا پتہ نہیں چلتا۔ اسی لیے انسان اُس سے غافل رہتا ہے اور اگر جان بھی لے تو کڑوی دوا پر صبر کرنا بڑا مشکل ہوجاتا ہے کیوں کہ اُس کی دواخواہش کی مخالفت ہے اور اگر اس پر صبر کر بھی لے تو کوئی ایسا حاذق طبیب نہیں ملتا جو اس کا علاج کر سکے۔ طبیب تو علما ہیں اور بیماری اُن پر غالب آچکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بیماری لاعلاج ہوچکی ہے۔ یہ علم مٹ چکا ہے اور دلوں کی طب اور دل کی بیماریاں غیر معروف ہوچکی ہیں۔ لوگ ایسے اعمال میں مشغول ہیں جن کا ظاہر عبادت اور باطن عادت ہے اور یہی اصل مرض ہے۔ بیماری سے بچے رہنا اور علاج کے بعد صحت کی طرف لوٹنا اس طرح سے ہے کہ اپنی بیماری کو دیکھے۔ مثلاً اس بیماری میں اگر بخل ہے تو اس کا علاج مال خرچ کرنا ہے، لیکن اسراف نہ کرے کہ فضول خرچی کی حد تک پہنچ جائے، تو یہ ایک دوسری بیماری ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی آدمی ٹھنڈک کا علاج اتنی غالب حرارت سے کرے کہ جسم میں حرارت غالب آجائے۔ یہ بھی ایک بیماری ہے، مطلوب اعتدال ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ دنیا کی کسی شے سے بھی انسان کا تعلق باقی نہ رہ جائے اور جب دنیا سے کوچ کرے تو اُس کے تمام علائق منقطع ہوں۔ کسی طرف بھی اس کی توجہ نہ ہو، نہ اس کے اسباب اسے مزین معلوم ہوں، اس صورت میں وہ اپنے رب کی طرف نفس مطمئنہ کی طرح رجوع کرے گا۔

(منہاج القاصدین از امام عبد الرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ ضروری کیوں ؟

محمد ایاز ایوب

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

سب سے پہلے تو یہ بات سمجھنا اور جاننا ضروری ہے کہ سیرت کا مطالعہ ناگزیر کیوں ہے کیونکہ بحثیت مسلمان اور انسان اللہ نے ہمارے لیے دنیا و آخرت کی تمام تر رہنمائی کامیابی و کامرانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی اطاعت و اتباع میں رکھی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ (سورۃ الاحزاب : 71)

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر کاربند ہوگیا تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔(سورۃ الاحزاب : 21)

تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

ان آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کی پیروی ہی ایک انسان کے لیے نمونے کے طور پر سامنے رکھی گئی ہے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا شب و روز مطالعہ کریں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عائلی و معاشرتی اور عملی زندگی، آپ کے اخلاق و اطوار اور آپ کا اونچا کردار ہمارے سامنے آسکے۔جس کی پیروی سے ہم دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرسکیں۔

اس حوالے سے کچھ نکات قارئین کے سامنے رکھنا مقصود ہیں :

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار :

سیرت کا مطالعہ ایک طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار ہے اور اگر صرف معلومات حاصل کرنے کے لیے بھی سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے تو بھی مفید ثابت ہوگا۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ اس کو پڑھ کر خود بخود عشق مصطفیٰ پیدا ہوجاتا ہے اس کی بہت سی مثالیں ہمیں سابقہ اور موجودہ دور میں ملتی ہیں کہ کتنے ہی غیر مسلموں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا اور آخر میں نتیجہ قبول اسلام کی صورت میں ہی نکلا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا صرف درخواست نہیں بلکہ ضروریات دین میں سے ہے اس بات کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

عَنْ أَنَسٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہما مَرْفُوْعاً: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.(صحیح بخاری)

حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

یعنی آپ ﷺ کی محبت جزوایمان ہے ایک کلمہ گو مسلمان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت نہ ہو اور جس کے دل میں کسی کی محبت ہو تو اس کو جاننے اور سمجھنے کا داعیہ خود بخود پیدا ہوجاتا ہے بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ سے محبت نہیں کرتے یا عداوت رکھتے ہیں اس کی وجہ ہٹ دھرمی یا آپ ﷺ کی شخصیت سے ناواقفیت اور نابلد ہونا ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کو جاننا ایک ذمہ داری:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکارم اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز فرمایا، خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ یعنی میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں، دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اطاعت واتباع رسول کو امت کے ذمہ لازم اور فرض قرار دیا ہے، اس لحاظ سے اطاعت واتباع رسول اور آپ کی اخلاق کریمانہ کو جاننے کے لیے سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ ازحد ضروری ہے تاکہ آپ ﷺ کے احکامات کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی پسند و ناپسند آپ کے اخلاق واطوار اور اسوۂ حسنہ کا علم اور سنت نبوی ﷺ پر عمل آسان ہوسکے۔

جیسے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ (سورة الاحزاب : 21)

تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے لیکن اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے اس آیت مبارکہ سے ہمیں ایک بہت اہم دینی اصول معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ کی اقوال وافعال کے ساتھ کلی اور مکمل طور پر پیروی کرو۔ کیونکہ یہی ہماری کامیابی وکامرانی کا راستہ ہے اور تمام لوگوں کے لیے فلاح کا ذریعہ ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کو اپنا Role Model بنانا ایک اہم دینی فریضہ ہے۔

آپ ﷺ بحیثیتِ شارعِ قرآن:

سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ ہمیں قرآن کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور احساس دلاتا ہے کہ قرآن کو سمجھ کر اپنی زندگی میں کیسے پرویا جائے۔ سیرت مبارکہ بنیادی طور پر ہمیں اس چیز کی بھی تعلیم دیتی ہے کہ کب کیسے کہاں اور کس حالت میں کون سی آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اور صرف یہ نہیں بلکہ قرآن کے وہ مقامات جہاں ایک عام آدمی کا فہم وادراک پہنچ نہیں سکتا وہاں ہمیں سیرت النبی ﷺ سے ہی رہنمائی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر نماز، حج، زکوۃ اور نہ جانے کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جن کا حل صرف قرآن کا مطالعہ کرکے حاصل نہیں ہوسکتا تھا جب تک رسول اللہ ﷺ ہمیں رہنمائی نہ دیتے۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی شخصیت خود ایک شارع قرآن کی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ (سورة النحل: 44)

اور (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کردو جو اُن کے لیے اُتاری گئی ہیں، اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

احادیث میں بھی ہمیں اس حوالے سے رہنمائی ملتی ہے جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ:

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اے ام المومنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیے؟ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے عرض کی، کیوں نہیں؟ تو آپ نے ارشاد

فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تو ہے۔ (صحيح مسلم)

سیرت النبی ﷺ اور ایمان کی تازگی:

سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ ایمان و یقین کو بڑھانے کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ ہے۔ جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں جو ایمان کی تازگی کا سبب بنتے ہیں جیسے ہجرت مدینہ کے وقت مشرکین کا آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ اور رسول اللہ کا صرف اللہ پر بھروسا و یقین کر کے گھر سے نکلنا، غار ثور کا واقعہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پریشانی پر اللہ کا فرمان:

لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا(سورة التوبة: 40)

غم نہ کھاؤ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر 313 مسلمانوں کا بغیر سامانِ جنگ کے 1000 مشرکین سے مقابلہ جو سامان حرب سے لدے ہوئے تھے عقلی طور پر اس بات کا امکان زیادہ ہوتا ہے کہ کم تعداد لازمی شکست کھائے گی لیکن مسلمانوں کا اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ اور یقین یہاں پر ایک بے مثال نمونہ ہے کہ خالص اللہ کی نصرت پر ایمان و یقین کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑے اور پھر اللہ نے بھی ان کو فتح یابی نصیب فرمائی۔

اللہ کی ذات پر اور اس کے وعدے پر کامل یقین کرتے ہوئے صحابۂ کرام کا اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ انصاری و مہاجرین میں مواخات کا قائم کرنا جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی کہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر اپنا مال و دولت حتیٰ کہ جس صحابی کے پاس ایک سے زائد بیویاں تھیں وہ ان کو طلاق دے کر اور اپنے مہاجر بھائی کو پیش کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اسی طرح کے بہت سے ایسے واقعات سیرت میں موجود ہیں جو ہمارے ایمان و یقین کی تازگی کا سبب بنتے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ اپنی ذات میں معجزہ:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بہت سے معجزات عطا کیے تھے جیسے واقعہ شق القمر، درختوں، جانوروں اور بے جان چیزوں کا آپ سے بات کرنا اور آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دینا، آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر مشرکین کا اسلام قبول کر لینا، دشمنی و عداوت کے باوجود مشرکین کا آپ کے سچے ہونے کی گواہی دینا۔ لیکن جہاں یہ تمام معجزات ہیں وہیں اگر ہم آپ ﷺ کی زندگی مبارک پر غور کریں اور دیکھیں تو یہ محسوس ہو گا کہ آپ کی پوری زندگی کسی معجزے سے کم نہ تھی۔ امام ابن حزم نے اپنی تحریر کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے:

اگر رسول اللہ ﷺ کو کوئی بھی معجزہ عطا نہ کیا جاتا پھر بھی آپ ﷺ کی سیرت ہی آپ ﷺ کے نبی ہونے کی حجت کے لیے کافی تھی۔

سیرت النبی ﷺ ہمارے لیے امید کا سہارا:

سیرت النبی ﷺ ہمارے لیے امیدوں کے سہارے کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے کسی بھی قسم کے مسائل کے حل کے لیے سیرت میں رہنمائی موجود ہے۔ جیسے جب آپ ﷺ پر ابتدائی دور میں وحی کا سلسلہ کچھ وقت کے لیے منقطع ہو گیا تھا تو آپ پر وہ وقت بہت شاق گزرتا تھا اور آپ ﷺ کا دل چاہتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو کسی پہاڑ سے گرا لیں لیکن جبرائیل امین نے آپ کو حوصلہ دیا اور پریشان ہونے سے منع فرمایا۔ اسی طرح جب دعوت و تبلیغ کی خاطر آپ مکہ اور طائف کی گلیوں میں گئے تو آپ ﷺ کو آپ کے اپنے لوگوں نے بہت رسوا کیا حتیٰ کہ آپ کو اذیتیں پہنچائی گئی لیکن اس وقت بھی آپ نے اپنے حوصلے کم نہیں ہونے دیے اور اپنے کام میں مستقل مزاجی سے دین کی دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ غزوہ احد کے موقع پر جب یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ ﷺ کو شاید کفار نے شہید کر دیا ہے تو اکثر صحابہ کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے مگر جیسے ہی صحابہ کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں تو ان

کی امید اور حوصلے بلند ہو گئے۔ غزوہ خندق کے موقع پر سخت ترین گرمی بھوک اور پیاس کی حالت میں صحابہ نے 20 دن میں تقریباً پانچ کلومیٹر طویل خندق کھودی جو ڈھائی میٹر گہری اور تقریباً ڈھائی میٹر ہی چوڑی تھی اگر یہ کام عام حالات میں کیا جاتا تو کام کرنے کے لیے یا تو بہت سے دن درکار ہوتے یا اس کام کے لیے معذرت کرلی جاتی بہر حال صحابہ یہ کام خوش دلی کے ساتھ کرتے رہے کیونکہ ان کے درمیان رسول اللہ ﷺ خود ہاتھ بٹا رہے تھے اس عمل سے صحابہ کے حوصلے بلند تھے۔

آپ ﷺ کی سیرت نے صرف صحابہ ہی نہیں بلکہ ہر دور کے لوگوں کے حوصلوں اور امیدوں کو بلند رکھا ہے اس کی مثال آج کے دور میں لے لیں ہم میں سے جب کوئی شخص پریشان ہوتا ہے اور وہ سیرت سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو ضرور اُس مشکل کا حل مل جاتا ہے چاہے وہ عائلی مسائل ہوں، انتظامی مسائل ہوں یا اقتصادی و معاشی مسائل ہوں ہر چیز کا حل سیرت میں موجود ہے اور انسان جب حل تلاش کر لیتا ہے تو ذہنی سکون حاصل کرتا ہے۔

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے اللہ کی رضا اور یہ رضا کس طریقے سے حاصل کی جائے اس کے لیے ہمارے پاس ہے قرآن اور قرآن کو سمجھنے کے لیے رہبر و رہنما ہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کو جاننے اور سمجھنے کے لیے آپ ﷺ کی سیرت ہمارے پاس موجود ہے۔ پس اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو سیرت النبی ﷺ کے حلقہ جات سے جوڑیں اور اس میں سے زندگی کے تمام عملی پہلو تلاش کریں اور ان پر عمل کریں۔

حب رسول ﷺ کے عملی تقاضے

حذیفہ اشرف

تاریخ شاہد ہے کہ رسول عربی ﷺ کے برپا کیے ہوئے ہمہ گیر انقلاب میں اور دنیا میں برپا ہونے والے دیگر انقلابات خواہ وہ انقلابِ فرانس ہو یا انقلابِ روس یا کوئی اور انقلاب، معاشی سطح پر ہو، سماجی سطح پر سیاسی منہج پر، ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ان انقلابات کو تحریک دینے والے لوگ اور تھے اور ان کی عملی تشکیل کرنے والے دوسرے افراد! لیکن رسول اکرم ﷺ کا بے مثال کارنامہ یہ ہے کہ جس انقلاب اور انسانی نفوس کی قلب ماہیت کی فکر لوگوں کے ذہن میں راسخ کی اس کے عین مطابق اس فکر کو عملی طور پر بھی نافذ کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جب وہ وقت آیا تو آپ ﷺ نے خلوت نشینی ترک کر کے عملی دنیا میں قدم رکھا۔ ارشاد ربانی ہوا:

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ (سورة المدثر)

"اے محمد (ﷺ)! جو کمبل اوڑھ کر سو رہے ہو، اُٹھ جائیے اور خبردار کیجیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے۔"

اسلام میدان میں آکر اپنی حقانیت کا اعلان کرنے اور اس کو تمام ادیان پر عملی طور پر غالب کرنے کا لائحہ عمل لے کر آیا ہے۔ یہ خانقاہوں، درگاہوں اور کونوں کھدروں میں بیٹھ کر، دنیا و مافیہا سے کنارہ کشی کر کے اپنی ہی ذات کا طواف کرتے رہنے کے لیے نہیں آیا۔ یہ الہامی دین ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس میں انسانی ڈور کو سلجھانے کی پوری استعداد اور بھرپور صلاحیت موجود ہے۔

محمد عربی ﷺ کے لائے ہوئی دین متین پر کامل ایمان و یقین کے ساتھ عمل کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں ہی سنور جاتے ہیں۔ کسی انسان کا ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا جب تک محمد عربی ﷺ اس کو دنیا کی ہر شے سے عزیز تر نہ ہو جائیں۔ ارشاد نبی کریم ﷺ ہے:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ». (متفق علیہ)

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کی ماں، اس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اب چوں کہ موجودہ دور میں ہر عبادت کو ایک رسم بنا لیا گیا ہے۔ چناں چہ ربیع الاول کے اس ماہِ مبارک میں حُبّ رسول ﷺ کے اظہار کے لیے بھی کچھ ایسی بدعات و رسومات ایجاد کر لی گئی ہیں جس کو ثواب سمجھ کر پورے زور و شور سے منایا جا رہا ہے۔ مثلاً گھروں، دکانوں اور شاہراہوں کو رنگین قمقموں سے سجانا، جلسے جلوس اور ریلیاں نکالنا، میلاد کی محفلوں میں جھوم جھوم کر نعتیں پڑھنا، عشقِ رسول کے بڑے بڑے دعوے کرنا، یہ سب کر کے شاید وہ اپنے دلوں میں چھائے ہوئے اندھیروں کو روشنیوں میں بدلنا چاہتے ہیں۔ ان میں بعض عاشقانِ رسول ﷺ

پٹاخے پھوڑ کر، پھول جھڑیاں چھوڑ کر، گھروں اور بازاروں میں سبز جھنڈیاں لگا کر ہی اپنی والہانہ محبت کا اظہار کر لیتے ہیں۔

صحابۂ کرام کا طرزِ عمل یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کے وضو کا پانی اپنے چہرے پر مل لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ کے رفقا نے اپنے اس عمل کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلْيُصَدِّقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا أُؤْتُمِنَ وَلِيُحْسِنَ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ»(مشكوة المصابيح)

”جن لوگوں کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ جب بات کریں تو سچ بولیں، جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو اس کے مالک کے حوالے کریں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔“

اب ہم جو عشقِ رسول ﷺ کے بہت بڑے دعوے دار بنتے ہیں، کیا اللہ کے رسول ﷺ کی فرمائی ہوئی صرف اس تین باتوں پر ہی پوری طرح، شعوری کوشش کے ساتھ عمل کرتے ہیں اگر ہم پوری دیانت داری کے ساتھ اپنے گریبانوں میں جھانکیں تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ ہمارا طرزِ عمل بحیثیت امتِ مسلمہ اس کے برعکس ہے۔ نہ ہمارے قول و فعل میں کوئی مطابقت رہی ہے، نہ صداقت و حق گوئی کی ہماری زبان عادی ہے، ہم انفرادی سے اجتماعی سطح تک خیانت اور بد دیانتی کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور نہ پڑوسیوں کے حقوق کا کوئی احساس ہے اور نہ بھائی چارے کا جذبہ موجود ہے۔ ہم بحیثیت امت انسانی بنیادی اوصاف سے بھی تہی دامن ہیں۔

عوام الناس عشقِ رسول ﷺ کے اظہار کے لیے ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں جو کچھ کرتے ہیں یہ اصل میں جھوٹا اطمینان ہے جو ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا کہ ہم دیانت داری اور پورے اخلاص کے ساتھ یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ قرآن حکیم کی ہدایات کی روشنی میں رسول ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں کیا ہیں؟ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔(سورة الاعراف: 158)

”(آپ کہہ دیجیے) لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ لہٰذا اللہ اور اس کے ارشادات پر ایمان لاؤ اسی کی پیروی کرو، امید ہے تم راہِ راست پا لوگے۔“

اس آیت کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ انسانی معاشرے کی اصل فوز و فلاح اور کامل ہدایت کے لیے رسول کریم ﷺ کی اطاعت اور اتباع ہی اصل طریقہ ہے۔ انسانوں کے ناقص ذہنوں کے تراشے ہوئے حبّ رسول ﷺ کے اظہار کے وہ تمام طریقے جن کا مظاہرہ بڑے دھوم دھام سے ہر سال ہمارے ہاں ہوتا ہے، محض خود کو طفل تسلیاں دینے کے سوا کچھ نہیں۔ جب کہ اتباع رسول ﷺ کے پیمانے کچھ اور ہی ہیں اور اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا ہر عمل، ہمارا ہر قول، ہمارا رہن سہن؛ گفتگو، ہماری وضع قطع، ہماری نجی اور اجتماعی زندگی غرض کہ اس دنیا میں شعور و ادراک کی سطح پر قدم رکھنے سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک اسی کی ذات سے منسوب ہو جسے اللہ کا رسول مانا جائے۔ اور یہ سب اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک دل کی گہرائیوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر کامل ایمان نہ ہو، زبانی اقرار کے ساتھ تصدیق بالقلب بھی لازمی ہو۔

آج امت مسلمہ کی اکثریت کا ہر عمل اغراض و مفادات کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ ہماری عبادات، معاملات، معیشت و تجارتی لین دین کے پیمانوں میں مکاری اور دو رخی ہے، حتیٰ کہ حبّ رسول ﷺ کے اظہار میں بھی ریاکاری اور جھوٹ کا عنصر شامل ہے۔ بدعات و شرکیہ

رسومات کو ہی رسول اللہ کی محبت سمجھ لیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی اطاعتِ رسول ﷺ کے حوالے سے فرماتے ہیں :

"روضۂ رسول ﷺ کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ کرو، نہ اتنا جھکو کہ رکوع کے برابر ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جدید جلد 10 ص 769)

اب حضرت کے ان فرمودات کے آئینے میں ان لوگوں کو اپنا جائزہ لینا چاہیے جو اس کے برخلاف محض اپنے خود ساختہ اصولوں کو معیار بنا کر عشقِ رسول ﷺ کے نام پر میلے ٹھیلے کا بڑے جوش و خروش سے اہتمام کرتے ہیں اور اسی کو اصل دین اور رسول کی محبت قرار دیتے ہیں۔ جب کہ سنت کے دائرے سے باہر نکل کر کیا ہوا کوئی عمل بھی معتبر نہیں۔

آج بحیثیت مجموعی ہم اس منہج سے ہٹ گئے ہیں جس کو اختیار کر کے رسول اللہ ﷺ اور ان کے جاں نثاروں نے ہواؤں کے رخ بدل دیے تھے۔ آج ہماری ذلت و رسوائی اور جگ ہنسائی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری اطاعت ہے تو اس میں اصل روح موجود نہیں، احکامِ شریعت کو ایک مذاق بنایا ہوا ہے۔ اور اوامر و نواہی کی فرضیت سے ہم غافل ہیں۔ برائی ہوتے دیکھ کر ہمیں اپنے دل میں کوئی کڑھن محسوس نہیں ہوتی جو ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ ہمارا یہ طرزِ عمل معصیت اور منافقت کی علامت ہے۔

ایک طرف عشقِ رسول کے بلند بانگ دعوے ہیں اور دوسری جانب سچی اطاعت سے گریز، اخلاصِ نیت پر مبنی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا فقدان، اپنے وجود اور اپنی وضع قطع میں اغیار کی نقالی، تربیت اولاد میں غفلت، انہیں ایک اچھا انسان اور سچا مسلمان بنانے کے بجائے مغربی طرزِ زندگی کا نمونہ بنانے کی کوششیں ہیں۔ پھر ہم کس منہ سے خیر الامت کہلانے اور شافع محشر کی شفاعت کی امیدیں لگا کر بیٹھ سکتے ہیں۔

انسانی زندگی کے بہت سے دائرے ہیں اس کی پوری زندگی ان ہی دائروں کے گرد گھومتی ہے اور دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے کامیاب شخص وہی ہے جو ان دائروں میں رہتے ہوئے اور تمام لوازمِ زیست کو برتتے اور استعمال کرتے ہوئے ان میں سے کسی ایک دائرے میں اپنے آپ کو گم نہیں کرتا اور کسی دائرے میں اپنا وجود ضم نہیں کرتا، بلکہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور برابر دیکھتا ہے، سب کے حقوق ادا کرتا ہے اور اس سلسلے میں مکمل عدل و انصاف سے کام لیتا ہے۔ وہ احباب کے تعلق کو نبھاتے ہوئے اہلِ قرابت کو فراموش نہیں کرتا اور اپنی ضرورتوں کی کفالت کی خاطر اپنے متعلقین کے حقوق اور ان کی ضرورتوں سے صرفِ نظر نہیں کرتا۔ یہ تمام اخلاقی اوصاف ایسے ہیں جنھیں سراہنے والے دنیا کے ہر کونے میں پائے جاتے ہیں اور جن کے عمدہ اور اچھا ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ لیکن اسوۂ نبی علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کا امتیاز یہ ہے کہ ان خالص دنیاوی امور کی ڈور کو آخرت کی فلاح سے منسلک کر دیا۔ اور کامیاب مومن اسی کو قرار دیا ہے جو ان پہلوؤں کے اعتبار سے بھی کمالِ حسن رکھتا ہو۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت النبی ﷺ کے چشم کشا تذکرے کو محض رسم و رواج، جلسوں جلوسوں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ہم اپنی انفرادی اور ملی زندگی میں اسوۂ حسنہ کو زندہ کرنے کا پختہ عزم کریں کیوں کہ یہ ہماری مادی اور روحانی بقا اور سلامتی کا ضامن ہے۔

شاید ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہیں

بنت سلیم

سابقہ طالبہ رجوع الی القرآن کورس، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

کیا آپ نے دوسری بار اِس عنوان پر نظر ڈالی ہے کیونکہ آپ سوچ رہے ہیں کہ یقیناً آپ نے جلد بازی میں غلط عنوان پڑھا ہے؟ یا شاید پھر تحریر میں ہی کچھ غلطی ہے یا مس پرنٹ ہوگیا ہے؟ یا شاید لکھنے والے کا ایمان ہی ختم ہو چلا ہے جو رونگٹے کھڑے کر دینے والی بات لکھی ہے۔

دراصل بات واقعتاً رونگٹے کھڑے کرنے ہی والی ہے اور رونگٹے کھڑے بھی ہوئے علمائے دین کے جب کمرہ عدالت میں جج صاحب نے فرمایا کہ یقیناً سود حرام ہے اور جو نہیں لے رہا وہ تو بے شک بہترین اجر کا حقدار ہے لیکن جو لے رہے ہیں ان سے اللہ پوچھے گا۔۔۔ نہایت ہی کوئی معصومانہ انداز میں جج صاحب نے یہ الفاظ کہہ ڈالے جو شاید واقعتاً یہ بھول گئے کہ اللہ تو حساب لے گا۔۔ بے شک وہ حساب لے گا لیکن کیا اگر جج صاحب کے گھر میں چوری ہوتی ہے اور چور اُن کے گھر کی قیمتی اشیاء اور نقد رقم بھی لے جاتے ہیں تو کیا اُس وقت بھی وہ یہی کہیں گے کہ اللہ حساب لے گا؟ ہر گز نہیں! وہ تو جلد از جلد نفری بڑھائیں گے کہ چور پکڑا جائے اور چوری شدہ مال مل جائے اور پھر چور کو سخت سزا بھی دیں گے۔ افسوس!!! ایسا خیال ہمیں کیوں نہیں آتا جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو روندا جا رہا ہوتا ہے؟ کیونکہ ہمیں دین اور اس کے احکامات کا خیال ہر گز نہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ حرام کھانے کا مطلب صرف سور کا گوشت کھانا ہے یا شراب پینا۔ کم عقل مسلمان یا تو غلط فہمی میں مبتلا ہیں یا پھر جان بوجھ کر اللہ کے احکامات کو بے فکری سے کچل رہے ہیں۔

سود کی ممانعت کا اندازہ ہم قرآنی آیات اور کچھ احادیث سے سمجھ لیتے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ (سورة البقرة)

"مومنو! خدا سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) خدا اور رسول سے جنگ کرنے کے لیے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور تمہارا نقصان۔"

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ (سورة البقرة)

"سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے، یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سُن کر رُک گیا اس کے لیے

وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔"

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: "لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ". (صحيح مسلم: 4093)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: (گناہ میں) یہ سب برابر ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ. (سنن ابنِ ماجہ: 2274)

"سود ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سے سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کرے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى قِلَّةٍ. (سنن ابنِ ماجہ: 2279)

"جس نے بھی سود سے مال بڑھایا، اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کا مال گھٹ جاتا ہے۔"

ان آیات اور احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ سود دینِ اسلام کا چوٹی کا حرام عمل ہے۔ اب آپ ذرا سوچیں کہ ایک جج جس کے ہاتھ میں ملک کا عادلانہ نظام ہے وہ شخص یہ کہے کہ اس کو اللہ پوچھے گا تو کیا آپ یہ نہیں سوچ رہے کہ آپ سے بھی اللہ سوال کرے گا، اللہ آپ سے پوچھے گا کہ آپ کے ہاتھ میں سب کچھ تھا پھر بھی آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اس بات کو ہم ایک آیت سے سمجھتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (سورة الحج: 41)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے"

اس آیت میں واضح طور پر اللہ فرما رہا ہے کہ جب وہ جس کو طاقت دے گا اس سے اس کا سوال ہوگا۔ انفرادی طور پر ایک آدمی سے اس کے گھر والوں کا سوال ہوگا۔ اور ریاستی طور پر اُس کے حکمرانوں اور جن کے پاس اختیارات تھے اُن سے سوال ہوگا کیونکہ وہ ملک میں نیکی کا حکم دینے کا اختیار رکھتے تھے اور برائی سے بھی روکنے کا اختیار رکھتے تھے پھر بھی ملک کا نظام درہم برہم ہی رہا۔ ہم جانتے ہیں کہ سود تو چوٹی کا منکر ہے اور اس کو روکنے کے لیے حکومتِ وقت کو قدم اٹھانا چاہیے پر افسوس۔۔۔ ہائے افسوس! ہماری حکومت ہی اس منکر کو بڑھاوا دیتی آئی ہے۔ اِسی لیے کہا کہ واقعتاً ہم اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہیں۔ ماضی میں دیگر علما نے حتی الامکان کوششیں کیں اور مستقبل میں بھی جاری رکھیں گے جب تک یہ سودی نظام ہمارے حکومتی نظام سے نہ نکل جائے۔ ان شاء اللہ

افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب علمائے کرام نے یہ مدعا عدالت کے سامنے رکھا اور جب عادلانہ نظام نے اس بات پر نظرِ ثانی کر کے حکومت کو پانچ سال کی مدت کا وقت دیا کہ اِس دوران سودی نظام ختم کر دیا جائے تو ہمارے کچھ نام نہاد بینکوں نے اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا اور سودی نظام جو کہ اللہ سے جنگ کے مترادف ہے اس کو قائم رکھنے کی اپیل کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج اس واقعے کو بھی دو سال گزر چکے ہیں یعنی اب صرف تین سال باقی رہتے ہیں سود کا پتہ گرانے میں، لیکن بات پھر وہیں آ کے رکتی ہے کہ حکومتِ وقت اس سلسلے میں کتنی کوشش کرتی نظر آ رہی ہے۔

یہ تو حال ہے ہماری حکومت اور اس کے فیصلوں کا کہ ہم ملک کی سربلندی کے لیے اللہ کے عظیم فیصلوں کو ٹھکراتے چلے آ رہے ہیں۔۔ یہ صرف حال کے فیصلے کی بات نہیں، اگر ہم تاریخ دیکھیں تو ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ شاید اس ملک اور اس کے حکمرانوں نے ایک عرصے سے ہی اللہ سے اعلان جنگ کیا ہوا ہے اور وہ اس کو ٹھیک کرنا بھی نہیں چاہتے۔

یہ تو خیر حکومتی سطح کی بات ہوگئی، دراصل عوامی سطح پر بھی کوئی اس فیصلے کی حساسیت کو نہیں سمجھ رہا۔ انفرادی طور پر بھی ہم سب کو سود سے کوسوں دور رہنا چاہیے ۔ اب اِس بات پر فوراً ہی ایک سوال آتا ہے کہ ملک کا نظام ہی بینکوں سے چل رہا تو ہم آخر کو کیسے اپنے آپ کو بچائیں ۔ بات بالکل درست ہی ہے لیکن ہم اپنی سی کوشش تو کرسکتے ہیں ۔ بینک میں پیسہ جمع کرنے کے لیے کرنٹ اکاؤنٹ کھولیں اور اس کو استعمال میں لائیں اور اپنے پی ایل ایس اکاؤنٹ کو مسترد کر دیں ۔ ۔ خیر پھر بھی آپ اِس نظام کا حصہ تو رہیں گے ہی لیکن جان بوجھ کر نہیں ۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَأْكُلُونَ الرِّبَا، فَمَنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ. (سنن نسائی: 4460)

"لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ عموماً لوگ سود خور ہوں گے ۔ جو شخص براہ راست سود خور نہ ہوگا، اسے سود کا غبار تو ضرور پہنچے گا ۔"

اب اِس حدیث کے مطابق آج کا جو دور ہے وہ کچھ ایسا ہی ہے کہ ہم براہِ راست تو شامل نہیں لیکن افسوس کہ ہم اس نظام میں موجود ہیں جو سود کے لین دین کو بُرا تک نہیں سمجھ رہا۔ جو تجارت پیشہ حضرات ہیں انھیں بھی چاہیے کہ وہ اپنے معاملات سود سے دور رکھیں کیونکہ اللہ نے سود حرام کیا ہے اور تجارت حلال کی ہے ۔ تو تجارت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیں اور انفرادی سطح پر اس منکر سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں ۔ اور اجتماعی سطح پر یا حکومتی سطح کے لیے آواز اٹھاتے رہیں کیونکہ اللہ آپ سے یہ سوال کرے گا کہ آپ نے اس منکر اور حرام عمل سے بچنے کے لیے کیا کیا؟

امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل ساری زندگی کرنا ہے اور ہر قسم کے منکرات کے خلاف آواز اٹھانی ہے ۔ اللہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور حکمرانوں کو عقل و شعور اور نیک ہدایت دے کہ اللہ کے احکامات کے آگے سر تسلیم خم کرلیں اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں آمین ۔ یہ ہر گز نہ سوچیں کہ ملک کا نظام تو اِس پر ہی منحصر ہے ۔ یہ تو کلمۂ کفر ہوگیا کہ معاذاللہ ایک حرام نظام کے ذریعے سے ہی ملک کو چلایا جاسکتا ہے ۔ خدارا اپنے ایمان کو بچائیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ سے بچیں ۔

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس سال اول کے تیسویں بیچ میں آن کیمپس 116 آن لائن 40 حضرات کی رجسٹریشن ہوئی ہے۔ ماہ رواں میں خصوصی محاضرات کے ذیل میں "سفرِ آخرت" کے موضوع پر مدیر قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر جناب ڈاکٹر انوار صاحب نے خطاب فرمایا۔ رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ ہر سال کی طرح امسال بھی تفریحی پروگرام کی غرض سے 22 ستمبر بروز جمعہ شام چار بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس سے عریض فارم ہاؤس کی جانب روانہ ہوئے۔ کلاس کے تقریباً تمام طلبہ نے شرکت کی اور مثبت تاثرات دیئے۔ واپسی اگلے دن یعنی ہفتہ 23 ستمبر 2023ء کو ظہر سے قبل ہوئی۔

جبکہ ہفتے کے دن 23 ستمبر 2023ء کورس کی طالبات نے آپس میں ملاقات اور کھانے کا پروگرام بھی قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد کیا جس میں شریک خواتین کو قرآن اکیڈمی کا دورہ بھی کروایا گیا۔ مبادیاتِ علومِ دینیہ کا آغاز الحمدللہ 19 اگست سے برائے حضرات و خواتین کے لیے ہو چکا ہے جس علم العقائد، عربی تکلم، صرفی و نحوی ترکیب و خصوصی محاضرات تعلیم کئے جاتے ہیں۔ نیز یہ کورس آن لائن بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ حلقات و دورات کے تحت دیگر مختصر کورسز میں آسان عربی گرامر، منتخب نصاب، شمائل ترمذی، سیرت صحابہ و تجوید القرآن شامل ہیں۔ یکم ستمبر سے خواتین کے لیے بھی کورسز کا آغاز ہوا ہے جس میں قرآن اب آسان، سیرت النبی ﷺ، تدبر قرآن اور Young Muslimah شامل ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراۃ کے تحت کے تین شعبہ جات میں تدریس جاری ہے۔ شعبہ حفظ قرآن۔ و شعبہ ناظرہ قرآن و شعبہ قاعدہ۔ تمام شعبہ جات میں بنین اور بنات دونوں شامل ہیں۔ شعبہ بنین و بنات میں آن لائن کلاسز بھی جاری ہیں جس میں ملکی و غیر ملکی طلباء شامل ہیں۔ 09 ستمبر بروز ہفتہ کو مدرسہ کے شعبہ حفظ کل وقتی کا مسابقہ ہوا اور آٹھ طلباء کی آمین ہوئی۔ شعبہ حفظ بنات کو 18 ستمبر بروز پیر سے کل وقتی کر دیا گیا ہے۔ خطابِ جمعہ: ماہ ستمبر کا دوسرا اور چوتھا اور پانچواں خطبہ جمعہ نگرانِ انجمن و امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ اور پہلا اور تیسرا جمعہ مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحبان نے خطاب ارشاد فرمائے۔ دوران ماہ مسجد میں 03 تقاریب نکاح منعقد ہوئیں اور 03 نکاح نامے رجسٹرڈ ہوئے۔ پانچویں عالمی محفل حسن قرات کا انعقاد ان شاء اللہ 12 اکتوبر بروز جمعرات کو کیا جا رہا ہے جس میں درج ذیل قراء تلاوت فرمائیں گے:

1۔ محمد عبد الحافظ الدرنکی (مصر)	2۔ ابراہیم صالحین (مصر)	3۔ احمد رضا (افغانستان)
4۔ ابراہیم کاسی (پاکستان)	5۔ عبد الرشید (پاکستان)	6۔ امداد اللہ عزیز (پاکستان)

اس کے علاوہ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراۃ کے طلبہ بھی اِس پروگرام میں حمد، نعت اور تلاوت شرکاء کے سامنے پیش کریں گے۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس سال اول میں 138 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں اور سال دوم میں 33 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ رجوع الی القرآن کورس کے

تحت خصوصی محاضرات و لیکچرز کے تحت "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام" اور "میرا گھر میری ذمہ داری" کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے جن میں تدریس کی ذمہ داری استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب اور استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب نے ادا کی۔ شرکاء کی تعداد بالترتیب 140 اور 180 رہی۔ حلقات و دورات کے تحت الحمد للہ کل 19 کورسز جاری ہیں، جن میں شرکاء کی تعداد کم از کم 9 اور زیادہ سے زیادہ 105 حضرات و خواتین تک رہتی ہے۔ آن لائن کورسز کے تحت قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل کے موضوع پر جناب استاذ عاطف محمود صاحب تدریس کی ذمہ داری سر انجام دے رہے ہیں۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت شعبہ حفظ کل وقتی میں 120 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ ماہ رواں میں ششماہی امتحانی نتائج کے پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں مدیر ادارہ نے خصوصی شرکت فرما کر اساتذہ و طلبہ کرام کی حوصلہ افزائی فرمائی اور سورۃ العصر پر بیان فرمایا۔ نیز شرکت دعا میں باقاعدہ صبح طلبہ کرام تلاوت، دعائیں، احادیث مبارکہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ شعبہ مدرسۃ البنین والبنات (سہ پہر 02:30 تا 04:30) کے تحت 247 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ ماہ رواں درجہ قاعدہ/ناظرہ میں ششماہی امتحان کا انعقاد کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہفتہ وار بروز جمعہ طلبہ وطالبات کو کلمے و مسنون دعائیں یاد کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مغرب تا عشاء حلقہ برائے ناظرہ قرآن حکیم میں شرکاء کی مجموعی تعداد 22 ہے۔ شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ادارہ کی مسجد میں خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ محترم سید سلیم الدین صاحب اور استاذ محترم محمد ارشد صاحب نے حاصل کی موضوعات "مطالعہ سورۃ الکہف"، "انفاق فی سبیل اللہ"، "نفاذ عدل کا نبوی ﷺ طریقہ" اور "اسلام کا نظام عدل" ہیں۔ تربیت اطفال بچوں کے لئے ترجمہ قرآن (آخری سورتیں) برائے اطفال میں 10 بچے شامل ہیں۔

شعبہ تصنیف وتالیف کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد کے منتخب نصاب تفصیلی ویڈیوز کی ٹرانسکرپشن معہ کمپوزنگ، تصحیح اور احادیث کی تخریج کی گئی، کتب، ڈاکٹر اسرار احمد اور تعارف تنظیم اسلامی، منتخب نصاب حصہ دوم، ترجمہ برائے تدریس قرآن حکیم اور آئینہ انجمن کی پروف ریڈنگ، احادیث کی تخریج اشعار کے حوالہ جات کمپوزنگ و ڈیزائننگ کا کام مکمل کیا گیا۔

حلقات و دورات دینیہ کے سلسلے میں شارٹ کورسز کا آغاز مورخہ 09 ستمبر 2023 سے ہو چکا ہے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال اول 23-2022 میں تقریباً 38 خواتین اور 20 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ صدرِ انجمن استاذ انجینئر سید نعمان اختر صاحب "میرا گھر میری ذمہ داری" کے موضوع پر خصوصی محاضرہ کی تدریس فرما رہے ہیں۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقرأۃ للبنین و البنات کے تحت شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 46 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 103 طلباء اور شعبہ بنات میں 133 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ شعبہ بنین میں طلباء کے لیے "لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر" کے عنوان سے جناب حافظ محمد نعمان صاحب کی تدریس میں تربیتی لیکچر منعقد ہوا۔ شعبہ خواتین میں بڑی عمر کی خواتین کے لیے تجوید القرآن و ناظرہ کی کلاس میں تقریباً 37 خواتین زیر تعلیم ہیں۔ ناظرہ خواتین کی طالبات کے لیے "صدقے کا مفہوم (ہر نیکی صدقہ ہے)"، "غزوۂ خندق/غزوۂ بنی المصطلق" اور احادیث (نیکی اور گناہ کی پہچان اور وجوب التزام سنت) کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔ شعبہ خواتین کے تحت درجہ ناظرہ قرآن کی طالبات کے لیے "آدابِ تلاوت، آدابِ استاد و عیبوں کی پردہ پوشی (حدیث کی روشنی میں)" کے موضوعات پر تربیتی و خصوصی لیکچرز منعقد کیے گئے۔ شعبہ خواتین کے تحت "عشقِ رسول ﷺ کے عملی تقاضے" کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں 65 خواتین نے شرکت کی۔

حلقات و دورات و دینیہ کے تحت امورِ خانہ داری کورس میں 11 خواتین، ہفتہ وار قرآن فہمی کورس میں تقریباً 20 حضرات، اور شام کے اوقات میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت ہر جمعہ بعد نماز عشاء "سیرت النبی ﷺ قدم بہ قدم" کے عنوان سے لیکچر سیریز میں 25 خواتین اور 30 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

اسکول میں "یومِ دفاع" تقریب کا انعقاد کیا گیا، 25 ستمبر 2023 سے First Term امتحانات کا آغاز ہو چکا ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستانِ جوہر

الحمد للہ اس ماہ رجوع الی القرآن کورس میں "سفر آخرت کے مراحل"، "اسلام کی نشاۃ ثانیہ" اور "میرا گھر میری ذمہ داری" کے عنوانات پر خصوصی محاضرات منعقد ہوئے۔ طلباء کی طرف سے اساتذہ کے اہتمام میں دعوت کا انتظام بھی ہوا۔ اس کے علاوہ حضرات و خواتین کے لیے ہفتہ وار قرآن فہمی کورس اور بچوں اور بچیوں کے لیے دینی تربیتی کورس جاری ہے بچوں اور بچیوں کے تربیتی کورس میں اس ماہ Quiz Completion بھی منعقد ہوا، کامیاب طلبہ و طالبات میں انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔ دوران ماہ مسجد میں نمازِ فجر کے بعد ترجمہ قرآن اور بعد نماز عصر درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے جس کی ذمہ داری جناب قاری غلام اکبر صاحب ادا کر رہے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد اصلاحی خطبات کا مطالعہ جاری ہے جس کی سعادت نائب مدیر جناب سید جمیل احمد صاحب ادا کر رہے ہیں۔ ہر جمعہ بعد نماز عشاء درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے جس کی سعادت جناب استاذ انجینئر عثمان علی صاحب ادا کر رہے ہیں۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کر رہے ہیں۔ اس ماہ مسجد میں ایک نکاح مع رجسٹریشن منعقد ہوا اور مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے۔ ان بچوں کے لیے ہفتہ وار تربیتی نشست کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

رواں ماہ رجوع الی القرآن کورس میں مدیرِ تعلیم ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے "امتِ مسلمہ کا عروج و زوال اور احیائی عمل کے تین گوشے" کے عنوانات سے دو خصوصی لیکچرز کی تدریس کی۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 9 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن اور آدابِ زندگی کی تعلیم اور اسی طرح مغرب تا عشا بالغان کے لیے تجوید القرآن کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ ہفتہ اور اتوار حضرات و خواتین کے لیے ویک اینڈ کورس ماڈیول 1 اختتام پذیر ہوا۔ بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب ادارہ ہذا میں حضرات و خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

شعبہ سندھی کے تحت رواں ماہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو کتابچے "فرائضِ دینی کا جامع تصور" اور "دینِ اسلام کا جامع تصور" کا سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مذکورہ کتابچوں کو پروف ریڈنگ کے بعد مرکزی دفتر بھیج دیا جائے گا۔

مورخہ 30 ستمبر 2023 سے ویک اینڈ پر انوار القرآن کورس ایک ماہ پر محیط ماڈیول 2 کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ جس میں عربی گرامر (فعل)، تجوید القرآن، منتخب نصاب حصہ دوم، سیرت النبی ﷺ (مدنی دور)، فقہ العبادات، خصوصی محاضرات کی تدریس کی جائے گی۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ و القرأۃ کے تحت شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 57 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 47 طلبا اور شعبہ بنات میں 58 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ البنین میں تذکیر کے حوالے سے مسؤل مدرسہ حافظ محمد لقمان صاحب کی زیر تدریس تربیتی لیکچر منعقد ہوا۔ مدرسہ البنین میں بزم طلبا کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبا نے قرأت، حمد و نعت میں حصہ لیا۔ 3 طلباء نے تکمیل حفظ کی سعادت حاصل کی۔

حلقات و دورات و دینیہ کے تحت حضرات کے لیے قرآن فہمی ہفتہ وار کورس میں 14 حضرات، اور خواتین کے لیے تجوید و عربی گرامر کلاس میں 12 خواتین شریک ہیں۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار مجلس تذکیر بالقرآن میں "سورۃ الفتح" کا مطالعہ مکمل ہوا، ناظم مرکز محمد ہاشم صاحب مدرس کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔ ماہانہ درس قرآن و حدیث میں "بقائے پاکستان۔ نفاذ عدل اسلام" کے موضوع پر انجینئر نعمان اختر صاحب نے خصوصی خطاب فرمایا۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

مطالبات قرآن :

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مبنی "مطالباتِ قرآن" کے عنوان سے Qtv کے لیے قرآن اسٹوڈیو میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کی 35 - 35 منٹ پر مشتمل ویڈیو ریکارڈنگز کا سلسلہ جاری ہے۔ الحمد للہ اس سلسلہ کے دو پروگرام Qtv پر ہفتہ اور اتوار کی شام 4 بجے نشر ہو رہے ہیں۔ اب تک اس سلسلہ کے 79 پروگرام ریکارڈ ہو چکے ہیں جو کہ Qtv کو ایڈیٹنگ کے بعد فراہم کیے جا چکے ہیں۔

تعلیمات قرآن :

خلاصۂ مضامین قرآن کی بنیاد پر تیار کردہ 30 اقساط پر مبنی پروگرام بعنوان تعلیمات قرآن سماء ٹی وی پر صبح 7 بجے نشر کیا جا رہا ہے۔

دورۂ ترجمہ قرآن (سماء ٹی وی) :

نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کا بیان کردہ دورۂ ترجمہ قرآن ابتدائی طور پر ایڈیٹنگ کے مراحل میں ہے، جس کی اب تک 3 اقساط تیار ہو چکی ہیں، یہ سلسلہ صبح 7 بجے سماء پر نشر کیا جائے گا۔

Muhammad Following in his footsteps:

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام بحریہ آڈیٹوریم، بحریہ ٹاؤن میں ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا، جس کا عنوان رسولِ اکرم ﷺ کے نقشِ قدم کی پیروی رکھا گیا، جس میں نگرانِ انجمن و امیرِ تنظیم اسلامی کے ساتھ ساتھ معروف نعت خواں مفتی انس یونس اور بحریہ ٹاؤن کے گرینڈ خطیب مولانا جمیل الرحمن صاحب کی بھی شرکت ہوئی، اس پروگرام میں ملٹی میڈیا پروجیکشن، ریکارڈنگ اور سوشل میڈیا پر براہ راست نشر کرنے کی ذمہ داریاں شعبہ ملٹی میڈیا نے انجام دیں۔

سیرت النبی ﷺ، ایک زندہ حقیقت :

تنظیم اسلامی شیخوپورہ کے تحت حلقہ کی سطح پر ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا، جس کا عنوان سیرت النبی ﷺ ایک زندہ حقیقت رکھا گیا، اس پروگرام میں انجمن فیصل آباد کے صدر ڈاکٹر عبد السمیع صاحب کے خطاب کے ساتھ ساتھ نگرانِ انجمن و امیر تنظیم محترم شجاع الدین شیخ صاحب کا ویڈیو خطاب اور بانی و موسس انجمن و تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ویڈیو خطاب رکھا گیا، مذکورہ خطبات کی تخریج اور تیاری کا کام

شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے سرانجام دیا گیا۔

عالمی سیرت کانفرنس (تحریک منہاج القرآن):

تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام عالمی سیرت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، جس میں دنیا بھر سے مقررین نے خطاب کیا، اس کانفرنس میں نگرانِ انجمن وامیرِ تنظیم اسلامی کا مختصر ویڈیو خطاب نشر کیا گیا، اس خطاب کی ریکارڈنگ کو شعبہ ملٹی میڈیا کے تحت تیار کیا گیا۔

اے ایمان والو!:

قرآنِ مجید میں ایک 89 مرتبہ اہلِ ایمان کو براہ راست "یاایھا الذین امنوا" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے، ان تمام آیات کو جمع کر کے انفرادیت سے اجتماعیت تک ترتیب دیا گیا اور اب اس سلسلہ کو ریکارڈ کر کے کیو ٹی وی پر پیش کرنے کا ارادہ ہے، اس سلسلہ میں پریزینٹیشن کی تیاری کا عمل جاری ہے۔

آسان عربی گرامر:

رجوع الی القرآن کورس میں جاری آسان عربی گرامر کی پریزینٹیشن کی از سرِ نو اعلیٰ طرز پر تیاری اور اس کی ریکارڈنگ کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے، اس سلسلہ کی اب تک 72 کلاسز ریکارڈ کی جا چکی ہیں، جبکہ 35 اسباق کی پریزینٹیشن کی تیاری کا عمل مکمل ہو گیا ہے۔

خطباتِ جمعہ (نگرانِ انجمن شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ):

ماہِ ستمبر 2023ء میں مسجد جامع القرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس) میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں مرکزی تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل کے علاوہ انجمن کے آفیشل یوٹیوب چینلز پر اپلوڈ کیا گیا:

1. عقیدہ ختمِ نبوت — تحفظ، مظاہر اور تقاضے
2. فلاح کن امتیوں کے لیئے ہے؟
3. قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ

اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی کراچی اور لاہور میں ہونے والے تمام خطباتِ جمعہ میں سے مختصر دورانیہ کے کلپس کا کام بھی شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے کیا جا رہا ہے۔

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب حفظہ اللہ):

ماہِ ستمبر 2023ء میں جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

1. بقائے پاکستان، عملی رہنمائی
2. نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں (حصہ اول)
3. نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں (حصہ دوم)

روشنی (ریڈیو پاکستان):

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے نگرانِ انجمن محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کر کے ان کی آڈیو ریکارڈنگز ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

☆ عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔

☆ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔

☆ علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔

☆ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیں، اور

☆ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B – 375، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021